MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 24

شمارہ نمبر 12

اپریل 2024ء، رمضان المبارک/شوال المکرم 1445ھ

WWW.MIRRAT.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرمایئے!
کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا
سوائے قرابت (اہل بیت) کی محبت کے“۔
(الشوریٰ: 23)

حضرت امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نمبر

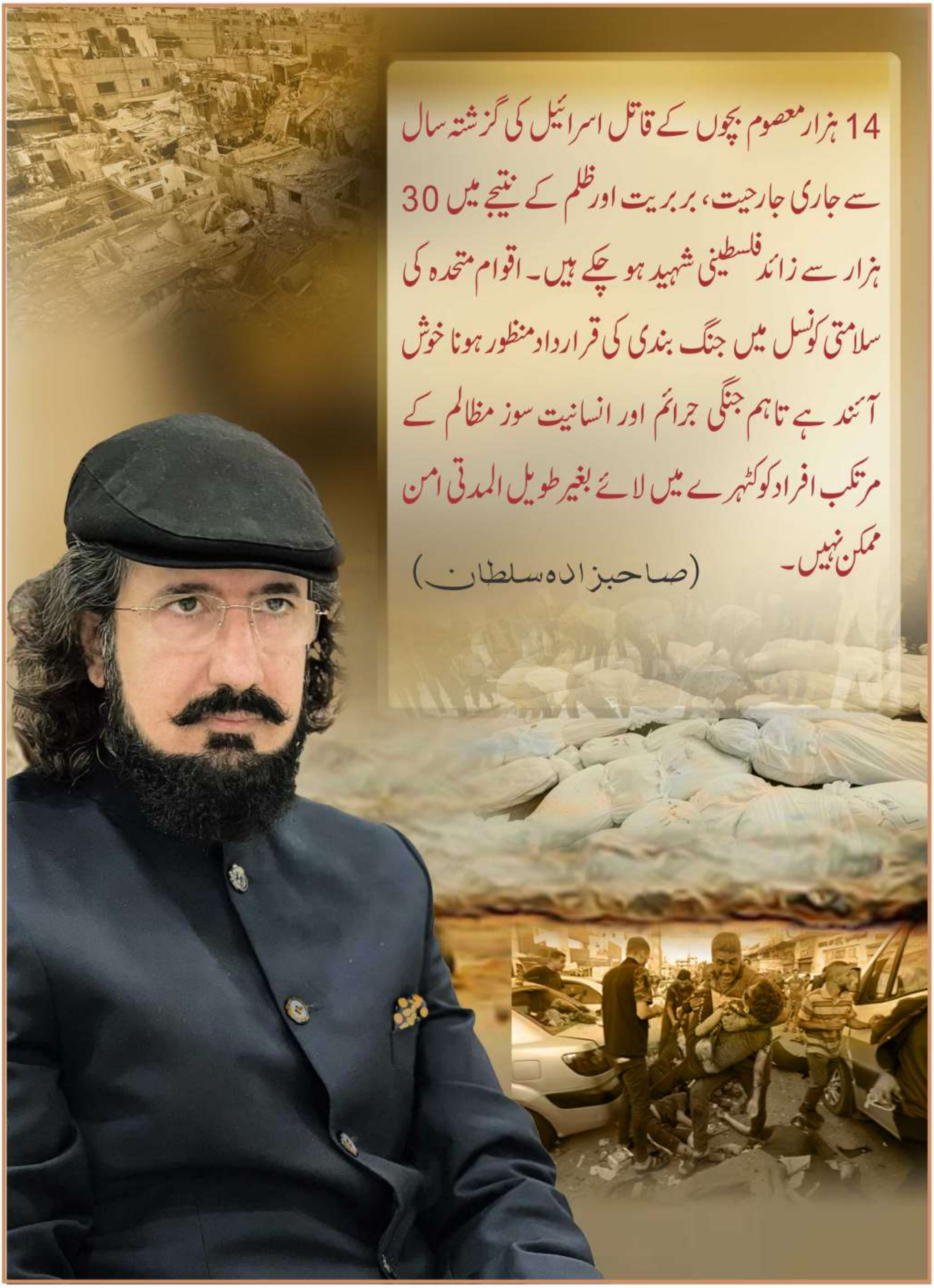

A Public Awareness Message

مسلسل اشاعت کا چوبیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ مراۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور

اپریل 2024ء، رمضان المبارک/شوال المکرم 1445ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فیضانِ نظر

سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (رضی اللہ عنہ) (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	امام جعفر صادق (علیہ السلام) نمبر		
3	سوانح حیات: سیدنا امام جعفر بن محمد الصادق (رضی اللہ عنہ)	سید ارشد سعید کاظمی	5
4	تعارف: امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ)	مفتی علی حسین	9
5	سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) اور تدوین فقہ	مفتی محمد شیر القادری	11
6	الامام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ) سے منقول تفسیری روایات کا مطالعہ	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	16
7	الامام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ) آئمہ جرح و تعدیل کی نظر میں	مفتی محمد صدیق خان قادری	22
8	امام جعفر بن محمد الصادق (رضی اللہ عنہ) آئمہ اہل سنت کی نظر میں	مفتی امجد علی قادری	26
9	الامام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ) کے پند و نصائح	مفتی میاں عابد علی ماتریدی	30
10	امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے متصوفانہ افکار	لئیق احمد	34
11	امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا فلسفۂ حیات و سماج	وسیم فارابی	39
12	امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی سائنسی علوم میں خدمات	ذیشان القادری	44
13	منقبت: امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ)	ڈاکٹر عظمیٰ زرین نازیہ	48
14	منقبت: در شانِ سیدنا امام جعفر بن محمد الصادق (رضی اللہ عنہ)	مستحسن رضا جامی	49

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مراۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"

''بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے) اَہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا مَیل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے)''۔(الاحزاب:33)

''حضرت زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: بے شک میں اپنے بعد تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور (دوسری) اپنی عترت یعنی میرے اہل بیت اور یہ کہ یہ دونوں اس وقت تک ہر گز جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ جاتے''۔

(مُصَنَّف ابنِ ابی شَیبہ، بَابُ مَا أَعْطَى اللهُ تَعَالَى مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم))

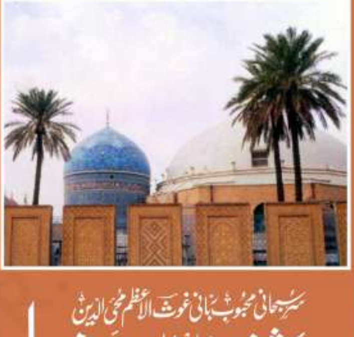

سرِ جہانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین
سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ)
فرمان

''پس عیسائی (مباہلے کیلیے) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صبح کے وقت حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو گود میں لئے ہوئے، حضرت امام حسن (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، سیدہ فاطمۃ الزہراء (علیہا السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے چل رہی تھیں اور حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے تھے- آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا- اس پر اُن کے بڑے پادری نے کہا: اے جماعت نصاریٰ! میں یقیناً ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو وہ لازماً ٹل جائے گا- لہٰذا تم مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے- بالآخر انہوں نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ مباہلہ کرنے کی ہماری رائے نہیں- انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا جو دو ہزار سرخ رنگ کی پوشاکیں، تیس زرہیں لوہے کی بنی ہوئی تھیں- آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر وہ مباہلہ کرتے تو ان کی شکلیں مسخ کر دی جاتیں اور وہ بندر اور خنزیر ہو جاتے اور وادی ان پر آگ برساتی اور اللہ عزوجل نجران اور اس کے باسیوں کی جڑیں کاٹ دیتا حتیٰ کہ درخت پر کوئی پرندہ باقی نہ رہتا''- (تفسیر الجیلانیؒ)

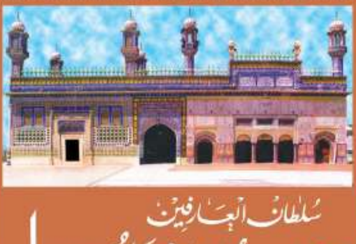

سلطان العارفین
حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ
فرمان

جے کر دین علم وچ ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے ھو
اٹھارہ ہزار جو عالم آہا اوہ اگے حسین دے مردے ھو
جے کجھ ملاحظہ سرور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دا کردے تاں خیمے تمبو کیوں سڑدے ھو
جیکر مندے بیعت رسولی تاں پانی کیوں بندے کردے ھو
پر صادق دین تنہاں دے باھو جو سر قربانی کردے ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

''دنیا کا حُلیہ نہایت تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہا ہے اور ہر قوم کی طرح سے ہمیں بھی ان مہیب خطرات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے جو ہمارے وجود کو للکار رہے ہیں۔ لہذا ہمیں حوصلے، سکون، خود اعتمادی اور تحمل کے ساتھ وقت کی ان جو جملہ نزاکتوں اور سنگین حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری طرح سے تیار ہونا چاہئے جو وقتاً فوقتاً پیش آئیں یا رونما ہوں''۔

(سرمایہ کے لئے اپیل، نیو دہلی، 21 مارچ 1942ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر
کہتے ہیں کہ شیشے کو بنا سکتے ہیں خارا
تقدیر امم کیا ہے، کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا

(ارمغانِ حجاز)

خانوادہ اہل بیت (رضی اللہ عنہم) میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا طرہ امتیاز

سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ”میرے اہل بیت کی مثال نوح (علیہ السلام) کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا، وہ نجات پا گیا اور جو اس سے رہ گیا وہ غرق ہو گیا“۔(فضائل الصحابۃ)

اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) وہ اعلیٰ و ارفع ہستیاں ہیں جن کے فضائل و مناقب سے قرآن مجید و کتبِ احادیث لبریز ہیں۔ سیّدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا سب سے بڑا شرف خانوادہ اہلِ بیت نبوت سے نسبت ہے۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دینِ اسلام کی سربلندی اور احیائے دین کے لیے سب سے زیادہ قربانیاں جن نفوسِ قدسیہ نے دیں ہیں اُن میں خانوادۂ اہلِ بیت سرِ فہرست ہے۔

آپ کا پدری سلسلہ چھٹی پشت میں سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچتا ہے جبکہ مادری سلسلہ نسب پانچویں پشت میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیق سے جا ملتا ہے۔ آپ کا شمار کبائر آئمہ اہلِ بیت میں ہوتا ہے۔ گفتار و کردار میں صداقت کی وجہ سے آپ کو ”صادق“ لقب دیا گیا۔ سیدنا حضرت امام جعفر صادق کی شخصیت اسلامی تاریخ میں منفرد و ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اللہ عزوجل نے آپ کو ہمہ جہت شخصیت بنایا، یوں کہیں تو بے جا نہ ہو گا کہ آپ کی ذاتِ اقدس ہیرے کی مثل ہے جس کو جس طرف سے دیکھیں آنکھوں کو تازگی اور چمک نصیب ہوتی ہے۔ آپؒ کے معمولاتِ زندگی سے آباؤ اجداد کے اَوصاف جھلکتے تھے، آپؒ کے رویے میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معاف کر دینے والی کریمانہ شان دیکھنے میں ملتی، گُفتار سے صدیقِ اکبر کی حق گوئی کا اظہار ہوتا اور کردار میں شجاعتِ حیدریؓ کی جھلک نظر آتی، خوش اَخلاقی آپ کی طبیعت کا حصہ تھی مگر جب کبھی ذکرِ مصطفےٰ ہوتا تو (حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہیبت و تعظیم کے سبب) رنگ زرد ہو جاتا، کبھی بھی بے وضو حدیث بیان نہ فرماتے، نماز اور تلاوت میں مشغول رہتے یا خاموش رہتے۔

اللہ عزوجل آپ کو تقویٰ میں بلند پایہ مقام عطا فرمایا تھا، ایک روز آپ نے اپنے غلاموں سے ارشاد فرمایا: ”آؤ تم سب مجھ سے عہد کرو کہ تم میں سے جس کی بھی بخشش ہو جائے وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور میری بخشش کے لئے شفاعت کرے گا سب عرض کرنے لگے کہ اے ابن رسول آپ کے تو جد امجد تاجدار کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود ساری مخلوق کے شفیع ہیں، اس پر آپ نے فرمایا: میں اپنے اعمال سے شرمندہ ہوں، قیامت کے دن اپنے جد امجد کے روبرو کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رکھتا“۔(تذکرۃ الاولیاء)

آپؒ نے اُمت کی بھلائی کے لیے کئی علوم و فنون میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ آپؒ کی شخصیت علومِ ظاہریہ و باطنیہ کا بحرِ بیکراں اور وسعتِ فکر و نظر سے مزین تھی۔ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ امام اعظم امام ابو حنیفہ اور حضرت سفیان ثوری (رحمۃ اللہ علیہما) جیسی بلند پایہ شخصیات آپ کی شاگرد ہیں۔

امام جعفر (رضی اللہ عنہ) اپنے زمانے میں فکری طاقت تھے، انہوں نے صرف اسلامی دروس، علومِ قرآن، سنتِ نبوی اور عقاید کی تدریس پہ اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے کائنات کے علوم و اسرار کی تعلیم و تدریس کی طرف رُخ کیا اور اپنی ہر چیز پر دسترس رکھنے والی عقل کے ذریعے افلاک کے ڈھانچے وڈیزائن اور سورج، چاند اور ستاروں کے مداروں کو کھرید ڈالا۔ اسی طرح انہوں نے انسانی جسم وروح کے حوالے سے علوم کی تدریس پہ بھی خاص توجہ دی۔

کسی بھی عظیم شخصیت سے محبت کا مطلب ہوتا ہے کہ اس کی تعلیمات کو دل وجان سے تسلیم کر کے اس پہ عمل کیا جائے اس لیے بطور مسلمان اکتسابِ فیض اور دنیوی و اخروی کامیابی کے حصول کے لیے ہمیں سرورِ دوعالم نور مجسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) سے محبت اور تعلیماتِ اہل بیت کو اپنی زندگی کا عملی حصہ بنانا ہو گا۔ خانوادۂ اہلِ بیت میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) جیسی جلیل القدر شخصیات کے افکار و تعلیمات عالمِ اسلام کے عصری مسائل کے حل کے لیے بہترین سرمایہ ہیں۔ اس لیے آج تعلیمی، تحقیقی اور مباحثی سطح پر آپ کی شخصیت اور خدمات پر تحقیق کی ضرورت ہے۔ مزید برآں! نسلِ نو جدید دور میں آپ کی تعلیمات سے رہنمائی لے کر کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہے بشرطیکہ تنگ نظری اور فرقہ ورانہ تعصب سے بچتے ہوئے مثبت نقطہ نظر سے آپؒ کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے۔

سوانح حیات

سیدنا امام جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہ

نبراس المحدثین، جامع المعقول والمنقول علامہ سید ارشد سعید کاظمی
سینئر نائب صدر تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

وارث و قاسم فیضان مصطفوی
سر چشمۂ فیوض و برکات مرتضوی

گلشن اہل بیت کے گلِ سر سبد، شریعت و طریقت کے آفتاب و ماہتاب سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سیدنا امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے اور امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) کے پوتے ہیں- آپؒ کی ولادت باسعادت 80ھ یا 83ھ میں مدینۃ الرسول میں ہوئی- آپ (رضی اللہ عنہ) کے عظیم المرتبت صاحبزادے سیدنا امام موسیٰ کاظم (رضی اللہ عنہ) کی نسبت سے میرا خاندان کاظمی کہلاتا ہے-میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے آپ کی علمی وروحانی عظمت و جلالت پر چند سطور قلم بند کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے-

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا پدری نسب نامہ جہاں قابل فخر ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب چوتھے خلیفۂ راشد مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے چوتھے درجہ میں ملتا ہے وہاں آپ کا مادری نسب بھی باعث افتخار ہے اور یہ بھی چوتھی پشت میں یار غار و مزار خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے جاملتا ہے-

قربان جایئے! حضرت سیدنا امام زین العابدین کی فراست و بصیرت پر کہ آپ نے اپنے جلیل القدر نور نظر، پیکر حسن و رعنائی مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیدنا امام باقر (رضی اللہ عنہ) کی رفیقۂ حیات کے لئے اس عظیم خاتون کا انتخاب فرمایا جو نجیب الطرفین صدیقی ہیں یعنی جن کے والد والدہ دونوں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے پوتے ہیں- میری مراد حضرت اُم فروہ (رضی اللہ عنہا) ہیں-ان کے والد گرامی حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر ہیں اور والدہ محترمہ کا نام ہے اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابو بکر (رضی اللہ عنہم)-اس لئے آپ فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ولدنی الصدیق مرتین"

"خاندان صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) میں دو مرتبہ میری پیدائش ہوئی"-

اس انتخاب رشتہ کا اگر دوسرے انداز میں جائزہ لیا جائے تو یہ پہلو بھی عیاں ہوتا ہے کہ در حقیقت امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) نے اپنے جد اعلیٰ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس معروف فرمان پر عمل کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کرنے کے بارے میں چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے؛(1) اس کا مال دار ہونا،(2) اس کا حسب نسب والی ہونا(3) اس کا حسین و جمیل ہونا،(4) اس کا دین دار ہونا- پس اے مخاطب!تم دین دار کو اپنا مطلوب قرار دو-[1]

ظاہر ہے کہ جب آباء واجداد تقویٰ وطہارت کا پیکر، علم و معرفت کا مخزن و مرکز اور شریعت و طریقت کے پیشواو مقتدا ہوں تو اس گھرانے میں بیٹا بھی سیدنا امام جعفر صادق

[1] (صحیح بخاری، رقم الحدیث 5090)

(رضی اللہ عنہ) جیسا ہی پیدا ہو گا- مزید یہ کہ اس انتخاب سے کئی سوالات کا جواب بھی خود بخود واضح ہو جاتا ہے جس کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں-

حلیہ مبارک:

آپ (رضی اللہ عنہ) انتہائی حسین و جمیل اور وجیہہ تھے، قد مبارک میانہ مائل بہ بلندی، رنگت گندم گوں تھی-

تعلیم وتربیت:

آپ (رضی اللہ عنہ) کی پرورش وتربیت علم و حکمت کے گہوارہ میں ہوئی- آپ نے اپنے جد امجد امام سیدنا زین العابدین عالی مرتبت والد گرامی حضرت سیدنا امام محمد باقر اور اپنے نانا حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر (رضی اللہ عنہم) کے علاوہ مدینہ طیبہ و حجاز مقدس کے جلیل القدر تابعین و تبع تابعین محدثین وفقہاء سے اکتساب فیض کیا- آپ کو ملت نبوی کا سلطان اور دین مصطفوی کی برھان کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا-

فضائل وکمالات:

آپ (رضی اللہ عنہ) صدق مقال کی وجہ سے صادق کے لقب سے مشہور ہیں، رب کائنات نے آپ کو فیاضی، حلم و بردباری، حق گوئی و بے باکی اور غریب پروری وغیرہ جیسی خوبیوں اور ان گنت ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا- آپ (رضی اللہ عنہ) علوم مصطفوی و مرتضوی کے جامع، صاحبان عشق و محبت اور ارباب طریقت و معرفت کے امام و رہنما تھے-شریعت و طریقت کے تمام معروف و مسلم مقتدا و پیشوا آپ (رضی اللہ عنہ) کی علمی فقاہت و ثقاہت اور روحانی عظمت و جلالت کے سامنے سر تسلیم خم نظر آتے ہیں-خاص کر سلسلہ عالیہ قادریہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اولین اکابر مشائخ میں آپ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے-

آپ نے دنیاوی سیاست و قیادت سے کنارہ کش ہو کر اپنے والد گرامی حضرت امام باقر (رضی اللہ عنہ) کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے تعلیم و تعلم، تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کی راہ اختیار کی پھر ساری زندگی اپنے جد کریم حضور سید عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عظیم مشن یعنی کتاب و حکمت کی تعلیم و تدریس میں صرف کی-

آپؒ کا حلقہ درس اتنا وسیع تھا کہ سیرت نگاروں نے آپؒ کے چشمۂ فیض سے مستفیض و مستفید ہونے والے نامی گرامی افراد کی تعداد چار ہزار سے زائد بیان کی ہے- آپؒ کی علمی مجلس میں، اپنے دور کے عظیم مفسر و محدث، صوفی اور موجدان کیمیا و سائنس مثلاً آپ کے فرزند ارجمند، امام موسیٰ کاظم، امام ابو حنیفہ، امام مالک، شعبہ بن حجاج، سفیان ابن عیینہ، حضرت بایزبسطامی، جابر بن حیان جیسی عبقری شخصیات اور اساطین علم، شرکت کو سرمایۂ حیات سمجھتے تھے-

آپؒ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) آپ کو سب سے بڑا عالم جانتے اور مانتے تھے کیونکہ امام جعفر صادق اختلاف علماء کے سب سے بڑے عالم تھے- آپ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے جعفر بن محمد الباقر سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا-[2] چونکہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے آپ سے اکتساب فیض کیا تھا اس لئے آپ فرماتے تھے:

"لولا السنتان لهلك النعمان"

’’اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا‘‘-

اس لئے آپؒ سے اگر کوئی سوال کرتا کہ آپؒ کی عمر کتنی ہے تو آپؒ فرماتے میری زندگی دو سال ہے جو میں نے سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی بارگاہ میں گزارے-

اسی طرح امام دار الھجرۃ حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق جیسا عالم و فقیہ اور عابد و زاہد نہ

[2] (تذکرۃ الحفاظ، ج:1، ص:166)

کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، آپ کی شخصیت تصورات سے بالاتر ہے۔

روحانیت کے عظیم شہسوار و مقتدا حضرت بایزید بسطامی (رحمۃ اللہ علیہ) جیسی شخصیت آپ کی محفل میں سقائی یعنی پانی پلانے کی خدمت سرانجام دیتی تھی۔ چونکہ آپ کی علمی نشست میں اطراف و اکناف عالم سے متلاشیان علم حاضر ہوا کرتے تھے اس لئے آپ کے علمی و روحانی فیوضات بڑی کثرت سے چہار دانگ عالم میں پھیلے۔ بلاشبہ آپ کے فیض سے منور ہونے والے ایسے ایسے عظیم افراد ہیں جو ہر ایک اپنی جگہ پر عالمگیر جماعت کی حیثیت رکھتا ہے۔

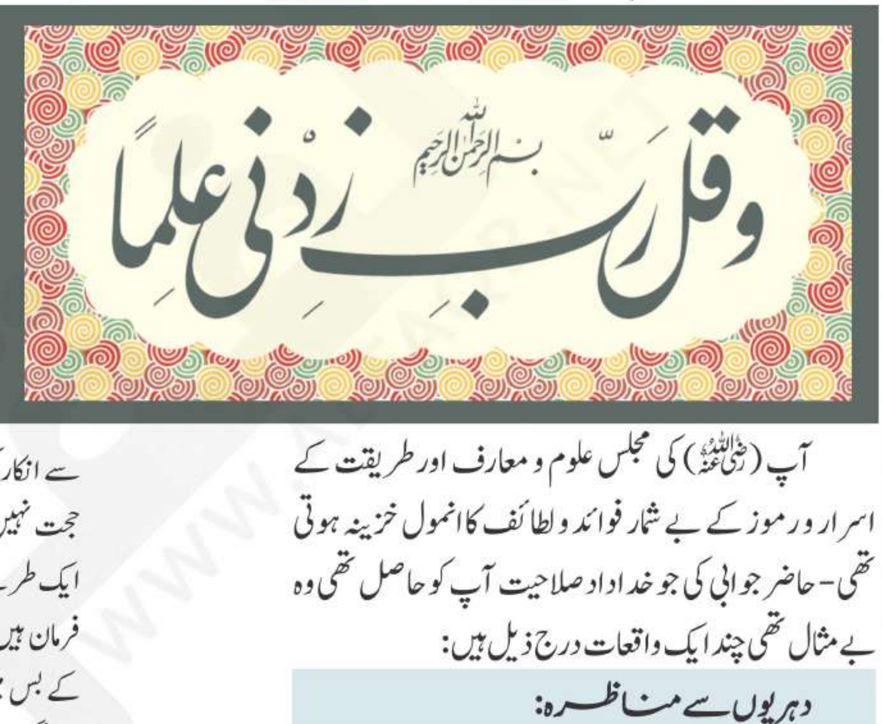

آپ (رضی اللہ عنہ) کی مجلس علوم و معارف اور طریقت کے اسرار و رموز کے بے شمار فوائد و لطائف کا انمول خزینہ ہوتی تھی۔ حاضر جوابی کی جو خداداد صلاحیت آپ کو حاصل تھی وہ بے مثال تھی چند ایک واقعات درج ذیل ہیں:

دہریوں سے مناظرہ:

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) دہریت اور ملحدین کی سرکوبی اور دین حق کے تحفظ کی خاطر ہمہ وقت مصروف عمل رہتے تھے۔ آپؒ نے دین مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تبلیغ و اشاعت میں اپنے منفرد طرز استدلال سے بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے، بطور مثال ایک مکالمہ ملاحظہ فرمائیں:

"آپ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں مصر کا رہنے والا ایک دہریہ حاضر ہوا اور آپ ان دنوں مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اس سے نام اور کنیت دریافت فرمایا تو اس نے جواب دیا میرا نام عبد الملک اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا یہ "ملک" جس کا تو عبد اور بندہ ہے، ملوک آسمان سے ہے یا ملوک زمین سے اور وہ خدا جس کا بندہ تیرا بیٹا ہے خدائے آسمان ہے یا خدائے زمین؟ اس دہریئے سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ تو آپ نے پھر فرمایا، کیا تو کبھی زمین کے نیچے گیا؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ آپؒ نے پھر پوچھا، جانتا ہے اس کے نیچے کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، نہیں مگر گمان ہے کہ کچھ نہیں ہو گا۔ آپؒ نے فرمایا، گمان کا کام نہیں یہاں یقین درکار ہے۔ پھر سوال کیا، کیا تو کبھی آسمان پر بھی چڑھا؟ اس نے جواب دیا نہیں، آپ نے فرمایا، جانتا ہے وہاں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا، کیا کبھی مشرق و مغرب کی بھی سیر کی ہے اور ان کی حد سے آگے کا کچھ حال بھی تجھے معلوم ہے؟ جواب دیا، نہیں۔ اس کی ہر بات پر یہی ایک جواب تھا۔

آپ فرمانے لگے تعجب ہے تجھے زیر زمین اور بالائے آسمان کا حال تو معلوم ہے نہیں اور باوجود اس جہالت کے خداوند تعالیٰ کے وجود سے انکار کرتا ہے، اے مردِ جاہل! نادان کو دانا پر کوئی حجت نہیں ہے تو دیکھتا ہے کہ چاند، سورج، رات، دن ایک طریقے پر رواں دواں ہیں وہ یقیناً کسی ذات کے تابع فرمان ہیں، اس لئے تو سرِ مُو تجاوز نہیں کر سکتے اگر ان کے بس میں ہوتا تو ایک مرتبہ بھی جا کر واپس نہ آتے اور اگر وہ پابند اور مجبور نہ ہوتے تو کیوں نہ رات کی جگہ دن اور دن کی جگہ رات ہو جاتی، تو اس بلند آسمان اور پست زمین پر غور نہیں کرتا کہ کیوں آسمان زمین پر آ نہیں جاتا اور کیوں زمین اس کے نیچے دب نہیں جاتی؟ آخر کس نے اسے تھام رکھا ہے اور جس نے اسے تھام رکھا ہے وہی قادر مطلق ہے وہی ہمارا اور ان کا خدا ہے۔ آپ کے اس کلام حق نما میں نہ جانے کیسی غضب کی تاثیر تھی کہ وہ دہریہ قائل ہو کر خدا تعالیٰ پر ایمان لے آیا"۔[3]

[3](ہدیٰ، دلی مارچ 1975)

احمد بن عمر بن مقدام رازی کہتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ مکھی منصور کے چہرہ پر بار بار بیٹھتی، منصور مکھی کو اڑاتا مگر وہ پھر آبیٹھتی یہاں تک کہ وہ تنگ آگیا اوراس وقت سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) منصور کے پاس موجود تھے- منصور نے آپ سے دریافت کیا اے ابو عبد اللہ! اللہ تعالیٰ نے مکھی کو کیوں پیدا فرمایا؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ ظالم وجابر کو ذلیل کرے، اس جواب کو سن کر منصور چپ ہو گیا"-

چند اہم ارشادات:

آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا بغیر توبہ کے عبادت اس لئے درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم رکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ"[4]

"توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے"-

چار چیزوں سے شریف آدمی کو عار نہیں کرنی چاہیے- (1) اپنے والدین کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونا، (2) اپنے مہمان کی خدمت کرنا، (3) اپنے چوپایہ کی خبر لینا خواہ اس کے سو غلام ہوں، (4) اپنے استاد کی خدمت کرنا-

اگر نعمتوں پر دوام چاہتے ہو تو شکر کرو کیونکہ فرمان الٰہی ہے:

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ"[5]

"اگر تم شکر کرو گے (تو) یقیناً میں تمہیں اور زیادہ دوں گا"-

جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے تو اسے طلب مغفرت کرنی چاہیے کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

"اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا"[6]

"بخشش مانگو اپنے رب سے بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے، وہ تم پر زور دار بارش بھیجے گا، اور تمہاری مدد فرمائے گا مال اور بیٹوں سے اور (بارش سے) تمہارے لئے باغ اُگائے گا اور تمہارے لئے نہریں بنادے گا"-

"من عرف اللہ اعرض عما سواہ"

"جس نے اللہ کو پہچانا اس نے ماسوا اللہ سے منہ پھر لیا"-

وصال مبارک:

148ھ، میں بہ عمر 68 سال، مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں اپنے والد گرامی حضرت سیدنا امام باقر (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں آپؓ کا مزار پر انوار ہے-

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عظیم اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے بہرہ مند فرمائے- آمین! بجاہ سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!

☆☆☆

[4](التوبہ:112)

[5](ابراہیم:7)

[6](نوح:10-12)

تعارف

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

مفتی علی حسین

نام:

آپ کا اسم گرامی جعفر اور کنیت ابو عبداللہ اور ابو اسماعیل ہے جبکہ مشہور لقب صادق ہے۔ مشہور ترین لقب "اَلصَّادِق" ہے۔

پیدائش ووصال:

ولادت (80ھ) بمطابق 699ء مدینۃ المنورہ میں ہوئی اور وصال (148ھ) بمطابق 765ء مدینہ منورہ میں ہوا۔

شجرہ نسب:

نسب اسلام کی دو جلیل القدر اور برگزیدہ ہستیوں چوتھی پشت میں امیر المومنین سیدنا علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہ) اور چوتھی پشت میں حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے ملتا ہے۔ والدہ کی طرف سے "صدیقی" اور والد کی طرف سے "علوی و فاطمی" ہیں۔

پدری سلسلہ نسب:

امام جعفر الصادق بن امام محمد الباقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین حضرت علی (رضی اللہ عنہم)۔

مادری سلسلہ نسب:

اما جعفر صادق بن ام فروہ بنت القاسم بن محمد بن امیر المومنین ابی بکر الصدیق۔امام جعفر الصادق بن ام فروہ بنت اسماء بنت عبدالرحمٰن بن امیر المومنین ابی بکر الصدیق (رضی اللہ عنہم)۔

ازواج:

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے دو شادیاں فرمائیں:

- سیدہ حمیدہ بربریہ (رضی اللہ عنہا) کنیز تھیں جنہیں سیدنا امام باقر (رضی اللہ عنہ) نے خرید کر آپ کے سپرد کیا۔
- سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی بن حسین بن علی ابن علی المرتضٰی (رضی اللہ عنہم)۔

اولاد:

آپ کے چھ (6) صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہے جن کے اسماء یہ ہیں۔ حضرت اسماعیل بن جعفر، حضرت محمد بن جعفر، حضرت علی بن جعفر، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت اسحٰق بن جعفر اور موسی کاظم بن جعفر صادق (رضی اللہ عنہم)، آپ کی ایک صاحبزادی ام فروہ بنت جعفر الصادق ہے۔ جبکہ صاحب الملل والنحل نے آپ کی اولاد پانچ بتائی ہے۔

مشہور القابات:

آپ کو بہت سے القابات سے یاد کیا جاتا ہے جن میں سلطان ملت مصطفوی، فاضل، طاہر، صابر اور مشہور لقب الصادق ہے۔

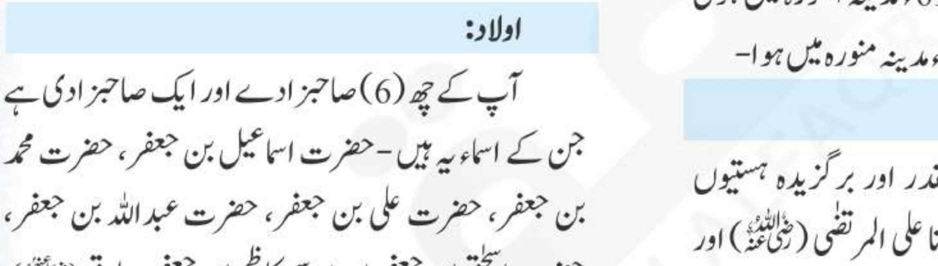

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فرماتے ہیں:

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

مشہور اساتذہ:

آپؓ کے اساتذہ میں سیدنا امام زین العابدین، سیدنا امام ابو جعفر محمد الباقر، سیدنا امام القاسم بن محمد، حضرت عبید اللہ بن ابی رافع، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت مسلم بن ابی مریم، حضرت محمد بن المنکدر اور ابن شہاب الزہری (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں۔

مشہور تلامذہ:

مورخین وسیرت نگاروں کے مطابق آپؓ سے علم و حکمت کا اکتسابِ فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد چار ہزار سے زائد ہے جن میں آپ کے فرزند امام موسیٰ کاظم، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، امام مالک بن انس، حضرت یحییٰ بن سعید انصاری، جابر بن حیان، ابن جریج، شعبہ بن حجاج، ابان بن تغلب، اسماعیل بن جعفر، یحیی بن سعید القطان، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری (رحمۃ اللہ علیہم) جیسے دیگر اکابرِ اُمت نے بھی آپ سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

روایت کرنے والے محدثین:

امام جعفر صادق سے محمد بن اسحٰق، یحییٰ الانصاری، مالک بن انس، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن جریج، شعبہ بن حجاج اور یحییٰ القطان وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

مختلف علوم وفنون پہ دسترس:

آپ نے اپنے والد گرامی امام باقر (رضی اللہ عنہ) اور اپنے نانا سیدنا قاسم (رضی اللہ عنہ) سے ظاہری وباطنی علوم کا حصول کیا۔ آپ کا شمار علم تفسیر، حدیث، فقہ اور علم جفر و جامع کے آئمہ میں ہوتا ہے۔ علم جفر اور جامع دو علوم ہیں جو قضاو قدر سے تعلق رکھتے ہیں یہ علوم **ما کان و ما یکون** (جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ہو گا) پر کلی و جزئی طور پر محیط ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) نے حروف تہجی کو ترتیب ابجد پر لکھا اسی سے علم جفر اور جامع کا استخراج کیا جاتا ہے۔

امام علی الرضا (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں جب مامون الرشید خلیفہ ہوا تو آپ نے فرمایا علم جفر اور جامع دونوں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حکومت پوری نہیں ہو گی ایسا ہی ہوا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ جفر سے جو جواب نکلے گا ضرور حق ہو گا کہ یہ علم اولیاء کرام کا ہے اہل بیت عظام کا ہے امیر المومنین علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کھونے سے پہلے مجھ سے سوال کرو میرے بعد تم سے میری طرح کوئی بھی حدیث بیان نہیں کرے گا۔

☆☆☆

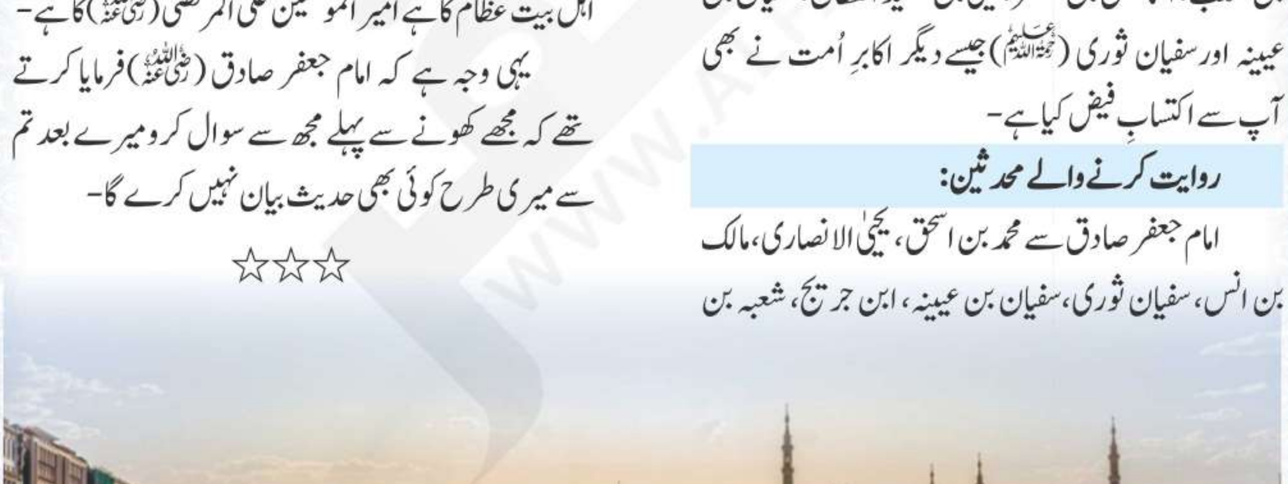

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور تدوین فقہ

مفتی محمد شیر القادری
صدر تحقیق: جامعہ غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھو سلطان

زندگی تحرک کا نام ہے، جس میں ہر لحہ بغیر کسی انقطاع کے نشوو نما کا عمل جاری ہے- اب ضرورت اس امر کی ہے کہ زندگی کو اپنے اس طویل اور مسلسل سفر میں ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی، جس میں تغیر و نمو کی رفتار سفر زندگی کی رفتار سے کم نہ ہو، تاکہ وہ نظام، زندگی کی تیز رفتاری سے آئے دن نت نئے پیدا ہونے والے مسائل اور امور کا حل پیش کر سکے- ایسا نظامِ زندگی اس کائناتِ ارضی وسمائی میں فقط دینِ اسلام ہی ہو سکتا ہے- جو بلاشک و شبہ زندگی کی طرح زندہ، فطری حقائق کی طرح ابدی اور روشن اور زمانے کی طرح ارتقاء پذیر ہے- جس کا ہر لحہ تازہ دم رہنا اس کی فطرت میں شامل ہے- جیسا کہ حکیم الامت حضرت علامہ اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) پیام مشرق میں دین اسلام کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیتاب و تند و تیز و جگر سوز و بیقرار
در ہر زمان بہ تازہ رسید از کہن گذشت

اسلام اور دنیا کے دیگر نظام ہائے زندگی میں ایک اہم اور بنیادی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر قانون میں ریاست پہلے وجود میں آتی ہے اور ریاست کو چلانے، اس میں نظم وضبط قائم کرنے اور اس کے اندرونی و بیرونی معاملات کو منظم کرنے کے لئے قانون کی ضرورت بعد میں پیش آتی ہے- ریاست مقصود سمجھی جاتی ہے اور قانون اس مقصد کی تکمیل کا فقط ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھا جاتا ہے-

لیکن اسلام کے نظام میں یہ معاملہ بالکل برعکس ہے- یہاں ریاست فی نفسہ مقصود بالذات نہیں بلکہ قانون الٰہی فی نفسہ مقصود بالذات ہے؛ اور رہی ریاست تو وہ قانون الٰہی کو نافذ کرنے کا فقط ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے-

قانون الٰہی کے تمام پہلوؤں کے مطابق زندگی کو منظم کرنا، یہ ہر مسلمان کی ذاتی اور شخصی ذمہ داری ہے- انفرادی اور اجتماعی زندگیاں قانون الٰہی کے مطابق منظم کرنا، یہ مسلمانوں کی انفرادی ذمہ داری بھی ہے اور اجتماعی ذمہ داری بھی- چونکہ اس کام کو مکمل طور پر اور بطریق احسن انجام دینے کے لئے ریاست کا وجود ضروری تھا اس لئے ریاست کو بطور ایک ذریعہ اور وسیلہ کے لازمی سمجھا گیا-

جیسے جیسے یہ ریاست پھیلتی گئی، ویسے ویسے اس ریاست کو نئے نئے مسائل پیش آتے گئے اور جیسے جیسے نئی نئی اقوام اسلام میں داخل ہوتی گئیں، ان کو نئے نئے مسائل اور مشکلات پیش آتی گئیں- ان سب مسائل کا جواب قرآن پاک اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بالواسطہ یا بلاواسطہ تفصیلاً یا اجمالاً، صراحتاً یا اشارتاً موجود تھا- اس لئے جیسے جیسے نئی نئی اقوام امت مسلمہ کا جز بنتی گئیں، ان کے سابقہ عقائد، سابقہ تصورات اور سابقہ نظریات کی تطہیر و اصلاح کا کام قرآن مجید کی رہنمائی میں شروع ہوتا گیا- ان اقوام کے سابقہ رواجات، سابقہ روایات، سابقہ تصوراتِ حیات اور سابقہ طور طریقوں

میں جو امور قابل اصلاح تھے، ان کی اصلاح کی گئی- اور اصلاح کے بعد ان لوگوں کو اسلام کے اجتماعی نظام میں اس طرح سمولیا گیا کہ اس سے مسلمانوں کی وحدت اور فکری یکجہتی کے لئے کسی قسم کے مسائل پیدا نہ ہو سکیں- یہ کام فقہ وشریعت نے بطریق احسن انجام دیا-

علم فقہ کا آغاز وارتقاء

آغاز اسلام میں جب فقہائے اسلام فقہ کے قوانین اور احکام کو مرتب کر رہے تھے اس وقت تو یہ صورت حال تھی کہ جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تھا تو فقہائے اسلام اس کا جواب دے دیا کرتے تھے- مثلاً: سیدنا حضرت مولائے علی (رضی اللہ عنہ) (جو باب العلم تھے، جو ظاہر وباطن کے مرج البحرین تھے، جو علم قرآن و حدیث کا حسین امتزاج تھے) جب لوگوں کو مسائل درپیش ہوتے ،تو وہ آپ کے پاس جایا کرتے اور راہنمائی لے لیا کرتے تھے- یوں ہی ایک ایک کر کے ان کے اجتہادات جمع ہو گئے- اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابی کے پاس قرآن پاک کا علم بھی تھا اور سنت کا بھی علم تھا- جب کسی شخص کو کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو وہ جا کر حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے پوچھ لیا کرتا تھا یوں ہی پوچھنے والے پوچھتے تھے اور آپ بتا دیتے تھے- اس طرح ایک ایک کر کے حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کے اجتہادات جمع ہوتے گئے- اسی طرح حضرت عمر فاروق، حضرت عبد اللہ بن عمر، اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت انس بن مالک، زید بن ثابت (رضی اللہ عنہم) وغیرہ جیسے بڑے بڑے صحابہ کے اجتہادات ایک ایک کر کے جمع ہوتے گئے اور تابعین ان کو مرتب کرتے گئے- پھر تابعین کے اجتہادات بعد میں آنے والے لوگوں کے پاس پہنچتے گئے، جمع ہوتے گئے اور بتدریج کتابی شکل میں مرتب ہوتے رہے- پہلی صدی ہجری میں یہ سارا کام مکمل ہو گیا- صحابہ کرام نے قرآن پاک کو جتنا سمجھا اور اس سے جو احکام نکالے، وہ انہوں نے تابعین تک منتقل کر دیئے- تابعین نے جتنا سمجھا اور جو احکام مرتب کئے وہ انہوں نے تبع تابعین تک منتقل کر دیئے- تبع تابعین نے یہ سارے اجتہادات اپنے شاگردوں تک منتقل کر دیئے- جب تابعین اور تبع تابعین کے شاگردوں کا زمانہ آیا- تو انہوں نے الگ الگ کتابیں مرتب کرنی شروع کیں- یعنی قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث کے مجموعوں سے الگ کچھ کتابیں جن میں تفصیلی اجتہادات اور فقہی احکام لکھے گئے تھے- ان میں سب سے پہلی کتاب کس نے لکھی؟ یہ کہنا بڑا مشکل ہے- لیکن آج جو کتابیں موجود ہیں اُن میں قدیم ترین کتاب کتاب المجموع ہے جو حضرت امام زید بن علی (رضی اللہ عنہ) نے لکھی تھی، جو سیدنا حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے پوتے اور سیدنا حضرت امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے، (حضرت امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کے بھائی اور سیدنا حضرت امام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ) کے چچا) تھے- فقہ کی سب سے پہلی کتاب حضرت امام زید بن علی (رضی اللہ عنہ) نے لکھی تھی- اُن عملی احکام پر جن کو آج فقہ کہتے ہیں- یہ کتاب پہلی صدی ہجری کے اواخر اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں لکھی گئی- آج ہمارے پاس اس سے پہلے لکھی گئی فقہ کی کوئی مستقل بالذات کتاب موجود نہیں ہے -اس کے بعد جو دوسری کتابیں ہم تک پہنچی ہیں تو وہ حضرت امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے شاگردوں اور ان کے معاصر فقہاء کی کتابیں ہیں-[1]

سیدنا حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے فقہی مقام و مرتبہ سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد

[1](محاضراتِ فقہ للغازی:ص:187-185،47،46،)ناشر:الفیصل ناشران وتاجران کتب،اردوبازار لاہور،پاکستان)

کے فقہی مقام و مرتبہ سے آگاہی حاصل کی جائے- آپ (رضی اللہ عنہ) سیدنا حضرت امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کے لخت جگر اور سیدنا حضرت امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) کے پوتے ہیں-

علم فقہ اور سیدنا حضرت امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ)

ابو الفضل امام ابن حجر عسقلانی (المتوفی: 852ھ) "تہذیب التہذیب" میں لکھتے ہیں کہ امام ابن برقی (المتوفی: 249ھ) نے امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرمایا:

"کان فقیها فاضلا"[2]

"آپ (رضی اللہ عنہ) صاحبِ فضیلت فقہی تھے"-

امام ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں کہ:

"امام نسائی اور دیگر آئمہ نے امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کو مدینہ کے فقہاء میں شمار کیا ہے اور حفاظِ حدیث آپؓ کے حجت ہونے پر متفق ہیں"-[3]

علم فقہ اور سیدنا حضرت امام زید بن علی (رضی اللہ عنہ)

سیدنا حضرت امام زید بن علی (رضی اللہ عنہ) سیدنا امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے، سیدنا امام محمد باقر (رضی اللہ عنہ) کے بھائی اور سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے چچا ہیں- آپؓ امام اعظم ابو حنیفہ کے شیوخ میں سے ہیں-

امام احمد بن علی ابو العباس تقی الدین المقریزی (المتوفی: 845ھ) لکھتے ہیں کہ امام شعبی (المتوفی: 104ھ) نے حضرت امام زید بن علی (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی عورت نے بھی زید بن علی (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ صاحبِ فضیلت اور ان سے زیادہ فقہی پیدا نہیں کیا"-[4]

امام احمد بن علی ابو العباس تقی الدین المقریزی (المتوفی: 845ھ) لکھتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے آپ (رضی اللہ عنہ) کے علمی مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نے ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقہی، ان سے زیادہ عالم، ان سے زیادہ حاضر جواب اور ان سے زیادہ بات کی وضاحت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا"-[5]

علم فقہ اور سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ)

امام شمس الدین الذہبی (المتوفی: 748ھ) "سیر أعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن ابی المقدام فرماتے ہیں:

"میں جب بھی حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کو دیکھتا ہوں تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ وہ انبیاء کرام (علیہم السلام) کی نسل سے ہیں"-[6]

امام ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی (المتوفی: 548ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) دین میں علمِ بیکراں، حکمت میں ادبِ کامل اور دنیا اور اس کے زرق و برق کے تعلق سے مکمل زہد کے حامل اور پاک دامن اوصاف کے مالک تھے"-[7]

امام ابن حبان ابو حاتم، الدارمی، البُستی (المتوفی: 354ھ) لکھتے ہیں:

"حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سادات اہل بیت کے فقہاء، علماء اور فضلاء میں سے تھے"-[8]

امام شمس الدین الذہبی (المتوفی: 748ھ) "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھتے ہیں کہ صالح بن ابو اسود کہتے ہیں:

"میں نے حضرت امام جعفر بن محمد (رضی اللہ عنہ) کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"سلونی قبل ان تفقدونی"[9]

[2] (تہذیب التہذیب، ج:9، ص:350، الناشر: دائرۃ المعارف النظامیۃ، الہند)
[3] (سیر اعلام النبلاء، ج:4، ص:403، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ)
[4] (المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار جز4، ص317، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)
[5] (ایضاً)
[6] (سیر أعلام النبلاء، جز6، ص364، الناشر: دار الحدیث-القاہرۃ)
(تہذیب الکمال فی أسماء الرجال جز5، ص78، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)
[7] (الملل والنحل، جز1، ص166، الناشر: مؤسسۃ الحلبی)
[8] (الثقات 6، ص131، الناشر: دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن الہند)
[9] (تذکرۃ الحفاظ جز1، ص،126، الناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان)

"مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ"۔

امام الذہبی (المتوفی: 748ھ) "سیر أعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن ابی المقدام فرماتے ہیں:

"میں نے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ آپ جمرہ کے نزدیک کھڑے ہو کر فرما رہے تھے:

"سَلُونِي، سَلُونِي"[10]

"پوچھ لو مجھ سے پوچھ لو"۔

انبیاء اور رسل (علیہم السلام) کے بعد یہ اعلان صرف مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بر سرِ منبر فرمایا تھا:

"سلونی ماشئتم قبل ان تفقدونی"

"پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ"۔

آپ (رضی اللہ عنہ) کے بعد یہ مقام صرف و صرف حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کو ہی حاصل ہوا۔

امام الآئمہ امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے مدینہ منورہ میں دو سال آپؓ کی شاگردی میں گزارے۔ آپؒ کی نگاہ میں ساری زندگی کا حصولِ علم ایک طرف اور جو دو سال آپؓ کی کشف برداری میں گزارے وہ ساری زندگی کے علم پر بھاری رہے۔اس لئے آپؒ فرماتے تھے کہ

"لولا السنتان لهلك النعمان"

"سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے ہاں گزارے ہوئے اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا"۔

امام شمس الدین الذہبی "تاریخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام" میں لکھتے ہیں کہ:

امام اعظم ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے زندگی میں سب سے بڑا فقیہ کس کو پایا تو آپ نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْقَهُ مِنْ جَعْفَر

"میں نے سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں پایا"۔

شیخ فرید الدین عطار "مظہر العجائب" میں لکھتے ہیں:

باقر و صادق دو گوهر بوده اند
که علوم حیدری بر بوده اند

"حضرت امام باقر (رضی اللہ عنہ) اور حضرت امام صادق (علیہ السلام) دو گوہر ہیں، انہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم سے علوم نصیب ہیں"۔

هر که او از دیدشان آگاه نیست
گمره است او بر یقین در راه نیست

"جو کوئی ان کی بصیرت (علوم کے مراتب) پر یقین نہیں رکھتا، گمراہ ہے اور یقیناً راہ حق پر نہیں ہے"۔

جعفر صادق امام خاص و عام
چون ندانستی چه گویم و السلام

"حضرت جعفر صادق ہر خاص و عام کے امام ہیں، جو نہیں جانتے / مانتے انہیں کیا کہوں، بس والسلام"۔

او جمیع اولیاء را راهبر
از معارف گفته او بی حدّ و مر

"آپ جملہ اولیاء کے راہبر ہیں، آپ نے لامتناہی معارف / علوم بیان کئے ہیں"۔

علامہ عبد الرحمٰن جامی حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"آپ (رضی اللہ عنہ) کے علوم کا احاطہ فہم و ادراک سے بلند ہے"۔[11]

خلاصہ کلام:

جب انسان سید السادات کے نفوس قدسیہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرتا ہے تو اس پہ واضح ہو جاتا ہے کہ علم کیا ہوتا ہے؟ تفقہ فی الدین کیا ہوتا ہے؟ فقہی کس کو کہتے ہیں؟ اور علم انسان کے وجود میں کیسے سرایت کرتا ہے؟

[10](سیر أعلام النبلاء، جز6، ص364، الناشر: دار الحديث-القاهرة)

[11](شواہد النبوت: ص:180)

امام عبد الوہاب شعرانی ’’طبقات الکبریٰ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابو العباس مرسی فرماتے ہیں کہ:

"العلم هو الذی ینطبع فی القلب کالبیاض فی الابیض والسواد فی الاسود"

’’علم وہ ہے جو دل میں یوں سرایت کر جائے جیسے سفید چیز میں سفیدی اور سیاہ چیز میں سیاہی‘‘-

امام نووی فرماتے ہیں کہ:

"یطیب القلب للعلم تطیب الارض للزراعة"

’’علم نافع کے حصول کے لئے دل کو دنیاوی آلائشوں سے اس طرح صاف کرنا چاہیے جس طرح کھیتی باڑی کے لئے زمین کو صاف کرتے ہیں‘‘-

اسلاف کے طرزِ عمل سے پتا چلتا ہے کہ ان کے حصولِ علم کا طریقہ اور تھا اور آج ہمارا حصولِ علم کا طریقہ اور ہے-وہ حصولِ علم کے لئے تزکیہ نفس کو ضروری سمجھتے تھے اور ہم تزکیہ نفس کو غیر ضروری سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج پڑھنے کے باوجود معاشرہ علم کی روشنی سے محروم ہے-

فتاویٰ ہندیہ کے مقدمہ میں درج ہے کہ فقہ نام سمجھ کا ہے-پس فقیہی وہ ہے جس کو دین و ایمان میں سمجھ حاصل ہو لہٰذا جو فضائل فقہ کے احادیث و آیات سے ثابت ہیں وہ ان بزرگوں کے لئے مسلم ثابت تھے جن کو سلف و صدرِ اول و صحابہ و خلف و تابعین کہتے ہیں باوجودیکہ یہ کتابیں جو اس وقت موجود ہیں اور جتنے مسائل ان میں مندرج ہیں اُس وقت موجود نہیں تھیں اور ایسے ہی یہ بھی سمجھ کا قصور ہے کہ علم دین فقط ان ہی مسائل میں منحصر ہے جو ان کتب فقہ میں مدون ہیں-حالانکہ ان میں خضوع و خشوع اور حضور قلب کا ذکر اتفاقی ہے-

تمام کام دو طرح ہوتے ہیں ایک دل سے جن کو افعالِ قلب کہتے ہیں اور نیت بھی دل ہی سے ہوتی ہے اور دوم اعضائے ظاہری سے جیسے وضو کرنا اور نماز کے ارکان ادا کرنا وغیرہ-پھر ظاہری افعال میں کوئی ایسا فعل نہیں جس کے ساتھ دل کا فعل نہ لگا ہو اور دل کے افعال بکثرت ایسے ہیں جن کے ساتھ ظاہری اعضاء کے کام کو کچھ تعلق نہیں ہے-تو فقیہی وہ ہے جو ظاہر و باطن سب افعال و خطرات و وسواس کے احکام جانتا ہو-

اور ظاہر و باطن دونوں کی پاکیزگی و تقوٰی سے آگاہ ہو اور خطراتِ نفس و وسواسِ شیطان سے ہوشیار ہو-لیکن آئمہ مجتہدین کے پیچھے لوگوں نے تقوٰی ظاہر کو بنامِ فقہ اور تقویٰ باطن کو بنامِ تصوف موسوم کر لیا اور کتابِ توضیح وغیرہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے وقت میں دونوں کا مجموعہ فقہ تھا اور بیشک یہی ہونا ضروری ہے-کیونکہ جس کے باطن میں تکبر و غرور، بخل و دنیا کی جاہ و منزلت، مؤمنوں کی طرف سے بغض و عداوت، حقد و حسد، ظلم و کینہ وغیرہ مذموم و بد سیر تیں بھری ہوئی ہوں اس کے وضو، غسل کی نماز کی صورت میں کیا امید ہے-[12]

شیطان اور نفس کے مکر و فریب سے بچنے کیلئے استاد اور مرشد کی راہنمائی اور صحبت و تربیت لازم ہے، جس کے بغیر جسم کی ظاہری اور باطنی تطہیر ممکن نہیں ہے-

آیئے! حضور جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب کے قافلے کے سنگ چلئے تاکہ ظاہری تربیت کے حصول کے ساتھ باطنی تربیت کا حصول بھی ممکن ہو سکے-کیونکہ باطنی تربیت کے بغیر تفقہ فی الدین کا حصول مشکل ہے-

☆☆☆

[12](فتاوٰی عالمگیری، مقدمہ)

الامام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ)
سے منقول تفسیری روایات کا مطالعہ

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

سیدنا امام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ) سید السادات ہیں اور اہلِ بیت کے عظیم امام ہیں-اس کے ساتھ آپ (رضی اللہ عنہ) کا شمار جلیل القدر تابعین میں بھی ہوتا ہے-جیسا کہ امام ذہبی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

”آپ (رضی اللہ عنہ) کو بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنھم) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا-(پھر اپنی رائے لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں) میرے خیال میں آپ (رضی اللہ عنہ) کو دو (جلیل القدر صحابہ کرام) حضرت سیّدنا اَنس بن مالک (رضی اللہ عنہ) اور حضرت سیّدنا سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا“-[1]

آپ کے القاب کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ فرید الدین عطار (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

”امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) امت مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سلطان، حجت نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دلیل، سچے باعامل اور محقق عالم، اولیاء اللہ کے دلوں کا میوہ، سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لختِ جگر، اولادِ علی وارث نبی، عارف عاشق سیّدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ)“-[2]

اگر ہم آپ (رضی اللہ عنہ) کے جمیع اقوال اور علمی کاوشوں کو جمع کرنا شروع کریں تو اس کے لیے کئی زندگیاں اور کئی دفاتر درکار ہیں اور پھر بھی احاطہِ علم کا دعوٰی محض وہم و خیال ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا-یہاں صرف بعون اللہ تعالیٰ حصولِ برکت و سعادت کیلیے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے منقول محض چند تفسیری روایات کا جائزہ لیتے ہیں-

1: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ“[3]

”بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان“-

اس کی تفسیر میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

”حضرت آدم (علیہ السلام) کے زمانے سے لے کر زمانہ جاہلیت تک حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسب مبارک پر کسی قسم کا کوئی عیب یا قدغن نہیں“-[4]

---

[1] (الذہبی، محمد بن احمد بن عثمانؒ، (المتوفی: 748ھ)، سیر أعلام النبلاء، (دارالحدیث، القاهرة، الطبعة: 1427ھ)، باب، الطَّبَقَةُ الخَامِسَةُ مِنَ التَّابِعِيْنَ: جَعْفَرُ بنُ مُحَمَّدٍ (رضی اللہ عنہ)، ج:6، ص:362)

[2] تذکرۃ الاولیاء از فرید الدین عطار، باب: جعفر بن محمد الصادقؓ)

[3] (التوبہ:128)

[4] (معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، ص: 408، زیر آیت: التوبہ:128)

2: "لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ"[5]

"مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ (تعلق) نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے"۔

اس کی تفسیر میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

"مؤمن کے ساتھ ریا، شرک اور منافق کے ساتھ عبادت ہے"۔[6]

3: "وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ"[7]

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنایا اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کو سُنا جو حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حج مبارک کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے، فرماتے ہیں کہ:

"جب آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے طواف فرمایا تو حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی (یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ ہمارے باپ ابراہیم کا مقام ہے؟ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہاں۔تو حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی (یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا ہم اس کو جائے نماز بنالیں؟ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت مبارک نازل فرمائی "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى"[8]

یہ روایت ہمیں دعوت فکر دیتی ہے کہ اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) کا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بالخصوص خلفاء راشدین کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے جس کی بنیاد نسبتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور نہایت عقیدت اور احترام پر تھی۔

4: "فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ"[9]

"تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کردیا اور ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے"۔

امام سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت مبارک کی تفسیر میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قول مبارک نقل کرتے ہیں کہ:

"بے شک جب اللہ عزوجل نے دنیا کو پیدا فرمایا تو اس میں سونے اور چاندی کو پیدا انہیں فرمایا پس جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم اور حضرت حواء (علیہا السلام) کو زمین پر اتارا تو ان دونوں کے ساتھ سونے اور چاندی کو اتارا اور اسی (سونے اور چاندی) کو حضرت آدم (علیہ السلام) نے حضرت حواء (علیہا السلام) کے لیے مہر بنایا"۔[10]

5: "قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ"[11]

"(اے محبوب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ بفرضِ مُحال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔پاکی ہے

[5](آلِ عمران:28)
[6](البحر المحیط فی التفسیر، زیر آیت: العمران:28)
[7](البقرۃ:125)
[8](تفسیر ابن کثیر، زیر آیت البقرۃ:125)
[9](البقرۃ:36)
[10](تفسیر ابن کثیر، زیر آیت البقرۃ:82)
[11](الزخرف:81-82)

آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں"۔

اس کی تفسیر میں علامہ اسماعیل حقی (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا قول مبارک نقل کرتے ہیں:

"امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نور مبارک کو پیدا فرمایا- سب سے پہلے توحید کی گواہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دی اور سب سے پہلے قلم نے لکھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"- اسی لیے ارشاد فرمایا میں سب سے پہلے عبادت گزار ہوں اور توحید الٰہی اور ذکر الٰہی کا میں ہی زیادہ حقدار ہوں"۔[12]

6: لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ"[13]

"اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا اور اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترونا (متکبر) بڑائی مارنے والا"۔

اس کی تفسیر میں آپ (رضی اللہ عنہ) ارشاد فرماتے ہیں:

"اے ابن آدم تجھے کیا ہوا کہ تو ایسی گم شدہ چیز پر افسوس کرتا ہے جس کا چلا جانا واپس نہیں ہو سکتا اور تجھے اپنے پاس موجود چیز پر خوش ہونا بھی زیب نہیں دیتا ہے ایسی موجود چیز جس کو موت تیرے ہاتھ میں نہیں چھوڑے گی"۔[14]

7: "سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ"[15]

"جلد سب کام نبٹا کر ہم تمہارے حساب کا قصد فرماتے ہیں اے دونوں بھاری گروہ"۔

اس کی تفسیر میں آپ (رضی اللہ عنہ) ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"جن وانس کو ثقلان اس لیے کہا گیا کیونکہ یہ گناہوں سے بوجھل ہیں"۔[16]

آپ (رضی اللہ عنہ) کے نزدیک "ثقلان" ثقل سے ماخوذ ہے جس کے معانی بوجھ کے ہیں اور جن و انس کے وجود مادی خواہشات اور نفس و شیطان کی آماجگاہ کی وجہ سے گناہوں سے اٹے رہتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ جن و انس کو باقی مخلوق کی مقابلے میں بہت زیادہ مکلف بنایا گیا ہے-

8: "اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"[17]

"وہ جو سُود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو (یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سُود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سُود تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اَب ایسی حرکت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے"۔

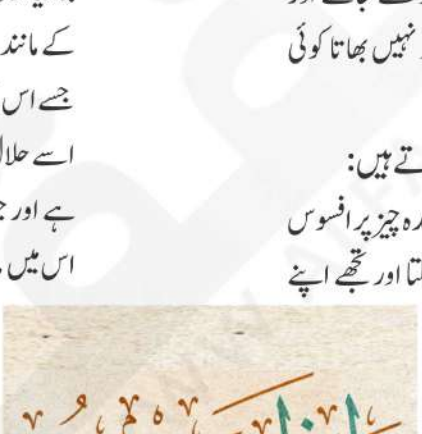

اس کی تفسیر میں آپ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"اللہ پاک نے سُود کو اس لیے حرام فرمایا تاکہ لوگ آپس میں قرضے کا لین دین کر سکیں"۔[18]

9: "وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ"[19]

"اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے"۔

امام نسفی (رحمۃ اللہ علیہ) اس آیت مبارک کی تفسیر میں سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا قول مبارک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

---

[12] تفسیر روح البیان، زیرِ آیت الزخرف:81-82

[13] (الحدید:23)

[14] (تفسیر بغوی، زیرِ آیت الحدید:23)

[15] (الرحمٰن:31)

[16] (تفسیر قرطبی، زیرِ آیت الرحمٰن:31)

[17] (البقرۃ:275)

[18] (تفسیر قرطبی زیرِ آیت البقرۃ:275)

[19] (الشعراء:80)

”جب میں اپنے افعالِ بد کے مشاہدے سے بیمار پڑ جاتا ہوں تو اللہ عزوجل فضل و کرم کے احسانات کو منکشف فرما کر مجھے شفاء عطا فرماتا ہے“۔[20]

10: ”وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ“[21]

”اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اُدھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بے شک وہ بلندی و حکمت والا ہے“۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرائیے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے اسے ارشاد فرمایا:

”تمہیں یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو کیا فرمایا جب انہوں نے ”ارنی“ کہا۔ حالانکہ وہ بہت بڑے بلند مرتبہ نبی تھے۔ انہیں بھی ”لن ترانی“ کہا گیا پھر تم کون ہو؟ اس نے کہا وہ ملت دوسری تھی ہم ملتِ احمد یہ ہیں اس ملت کے لوگوں نے کہا:

”رائی قلبی ربی“ ”میرے قلب نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا“ اور کسی نے کہا: ”لا اعبد ربا لم ارہ“

”میں اس خدا کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں دیکھ بھی نہ سکوں“۔

اس شخص کے بار بار اصرار پر حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اسے دریائے دجلہ میں پھینک دو اسے دریا میں پھینکا گیا تو وہ کہتا تھا: ”الغیاث یا ابن رسول اللہ“ حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے پانی سے فرمایا اسے ڈبو دے لیکن وہ شخص فریاد کرتا رہا جب وہ شخص ناامید ہوا کہ یہ لوگ میری مدد نہیں کرتے تو پکارا ”الٰهی الغیاث“ امام جعفر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے یہ کلمات سن کر فرمایا اب اسے باہر لاؤ۔ اسے پانی سے باہر لایا گیا اس کے پانی سے بھیگے ہوئے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہنائے گئے اور اس کے جسم سے پانی سکھایا گیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا بتایئے کیا حال ہے اس نے کہا جب تک آپ کو پکارتا رہا اضطرار اور پریشانی سوار رہی لیکن جب حق کو پکارا تو میرے ہوش و حواس مطمئن ہوئے اضطرار و اضطراب کافور ہوا اور دل کا دریچہ کھلا اور وہی دیکھا جو میرا جی چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا جب تک تو مجھے پکارتا رہا تو اپنے مدعا میں سچا نہیں تھا جب تو نے مخلوق سے رابطہ توڑا تو تجھے محبوب و مطلوب مل گیا۔ اب اس رابطہ حق کو مضبوط رکھنا“۔[22]

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا اس کو یہ سمجھانا مقصود تھا کہ انسان کو وصال الٰہی دنیا میں ہوتا ہے اور جو اللہ عزوجل کے برگزیدہ نے ”رای قلبی ربی“ اور ”لا اعبد ربا لم ارہ“ کا دعویٰ فرمایا وہ بھی حق ہے لیکن اس کی شرط ہے کہ انسان کے پاس دل بھی ان جیسا ہو۔ یعنی وہ ”اللہ بس ماسوی اللہ ہوس“ کا عملی پیکر و نمونہ ہو۔

اس روایت کو لکھنے کے بعد علامہ اسماعیل حقی (رضی اللہ عنہ) اپنے رائے لکھتے ہیں کہ:

”اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رؤیت باری تعالیٰ کے دنیا میں ممکن ہونے کے جواز پر دلالت کرتی ہے نہ کہ اس کے امتناع پر ہاں یہ آیت مبارکہ حال بشریت میں اس کے دیدار کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتی ہے (جب یہ پردہ ہٹ جائے تو ممکن ہے)“۔

وجود عین غباریست در رہ دیدار
غبار مانع دیدار می شود هش دار

[20] (تفسیر مدارک التنزیل و حقائق التأویل، زیر آیت الشعراء:80)

[21] (الشوریٰ:51) [22] (تفسیر روح البیان، زیرِ آیت الشوریٰ:51)

"دیدار کے راستے میں تیرا وجود عین غبار ہے، ہوش کر یہ غبار مانع دیدار ہے"۔

11: "وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا"[23]

"رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے اُن کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا"۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"اس تختی پر ڈھائی سطریں تھیں پوری تین نہ تھیں ان میں تحریر تھا رزق پر ایمان رکھنے والے شخص پر تعجب ہے کہ وہ کیسے مارا مارا پھرتا ہے حساب پر یقین رکھنے والے شخص پر تعجب ہے کہ وہ کیوں غافل ہے اور موت پر ایمان رکھنے والے شخص پر تعجب ہے کہ وہ کیوں کر خوش ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ"

"اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہو تو ہم اسے بھی لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں"

ان دونوں یتیم بچوں کے باپ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ صالح شخص تھا جب کہ ان دو یتیم بچوں کے نیک ہونے کا ذکر کہیں نہیں ہوا ان یتیموں اور ان کے باپ کے درمیان جس کی وجہ سے بھی یہ محفوظ رہے ساتھ پشتوں کا فاصلہ تھا اور ان کا یہ جد امجد نساج (کپڑے بُننے کا کام کرنے والا) تھا"۔[24]

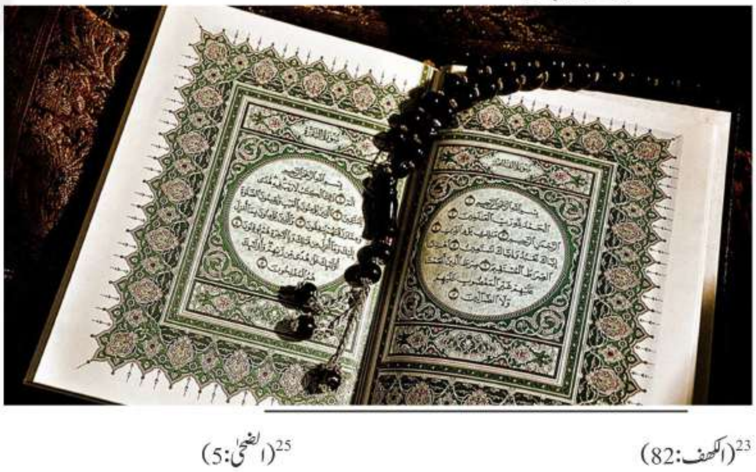

12: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى"[25]

"اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے"۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ثعلبی (رحمۃ اللہ علیہ) امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا قول مبارک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

"سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیدہ فاطمہ الزہراء (علیہا السلام) کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ آپ (علیہا السلام) نے اونٹ کے چمڑے کی چادر زیبِ تن فرما رکھی تھی اور اپنے ہاتھ مبارک سے آٹا کی چکی پیس رہی تھیں- آپ (علیہا السلام) کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی چشمان مبارکہ سے آنسو چھلک پڑے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اے میری بیٹی! آخرت کی مٹھاس سے پہلے دنیا کے کڑوے گھونٹ پی لے پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی ہے کہ تمہارا رب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) راضی ہو جائیں گے"۔[26]

نوٹ: اس روایت کو علامہ اسماعیل حقّی (رحمۃ اللہ علیہ) اور دیگر علماء محققین نے بھی رقم فرمایا ہے-

13: "نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ"[27]

"ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو"۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

"جو شخص (اپنی اطاعت و عبادت کے بدلے) ثواب یا دیگر اغراض (بہشت وغیرہ) کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی امداد فرشتے کرتے ہیں اور جو اپنی اطاعت و بندگی سے مشاہدہ حق کا طالب ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اللہ پاک مؤمنوں کا والی ہے (دنیا میں) اور آخرت میں ہم تمہاری شفاعت کے ساتھ مدد کریں گے اور اعزاز و اکرام سے

[23](الکھف:82)
[24](تفسیر ابن کثیر، زیرِ آیت الکھف:82)
[25](الضحیٰ:5)
[26]تفسیر ثعلبی، زیرِ آیت الضحیٰ:5)
[27](حم السجدہ:31)

تمہیں ملیں گے جبکہ کافروں اور ان کے ساتھیوں کی آپس میں بغض و عداوت سے ملاقات ہو گی"۔[28]

14: اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ فَلَنَاۡتِيَنَّهُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمۡ بِهَا وَلَنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ"[29]

"پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی اُنہیں طاقت نہ ہو گی اور ضرور ہم اُن کو اس شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے یوں کہ وہ پست ہوں گے"۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:

"دنیا اللہ تعالیٰ اور اور انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے نزدیک کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتی یہ حضرات نہ دنیا کے ہونے سے خوش ہوتے ہیں اور نہ ہونے سے مغموم ہوتے ہیں پس علماء اور عقلاء پر لازم ہے کہ وہ دنیا کے اسباب سے خوش نہ ہوں"۔

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف
ملکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف

"مالِ دنیا کمزوروں کی پھانسی ہے ملکِ عقبیٰ شریفوں کی پھانسی ہے"۔[30]

15: قَالَتۡ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡيَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً‌ ۚ وَكَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ"[31]

"بولی بے شک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں"۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا کہ:

"اس میں اہل ایمان کے قلوب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب معرفت قلوب میں داخل ہوتی ہے تو پھر اس سے تمام آرزوئیں اور مرادیں ختم ہو جاتی ہیں پھر وہ دل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نہیں رہتے"۔[32]

خلاصہ کلام:

آپ (رضی اللہ عنہ) خانوادہ اہل بیت کے چشم و چراغ ہیں جن کو اللہ عزوجل نے جہاں دیگر عظیم صفات سے متصف فرمایا وہیں آپ (رضی اللہ عنہ) کو علم کا وہ بحر بے کنار بنایا جس کو بیان کرنا ممکن نہیں۔دور دور سے لوگ تحصیل علم کیلئے آپ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق آپؓ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی ان میں فقہ کے علماء بھی تھے، تفسیر کے متکلمین بھی تھے اور مناظرین بھی، آپؓ کے اصحاب میں سے بہت سے بڑے فقہا تھے جنہوں نے کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔کتاب کی تصنیف سے زیادہ مشکل افراد کی علمی، اَخلاقی اور شخصی تعمیر ہے اور اُستاد کا اِس میں سب سے زیادہ بُنیادی کِردار ہوتا ہے۔سیّدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی صحبت میں رَہ کر کئی تلامذہ اُمّت کے لئے مَنارۂ نور بنے۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی حیات مبارکہ ہمارے لیے سبق ہے کہ حالات جتنے بھی سنگین ہوں، انسان کو علم و کردار سازی پہ محنت جاری رکھنی چاہیے جیسا کہ آپ (رضی اللہ عنہ) نے سنگین حالات کے باوجود اپنی تمام تر توانائیاں امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لیے وقف رکھیں۔

☆☆☆

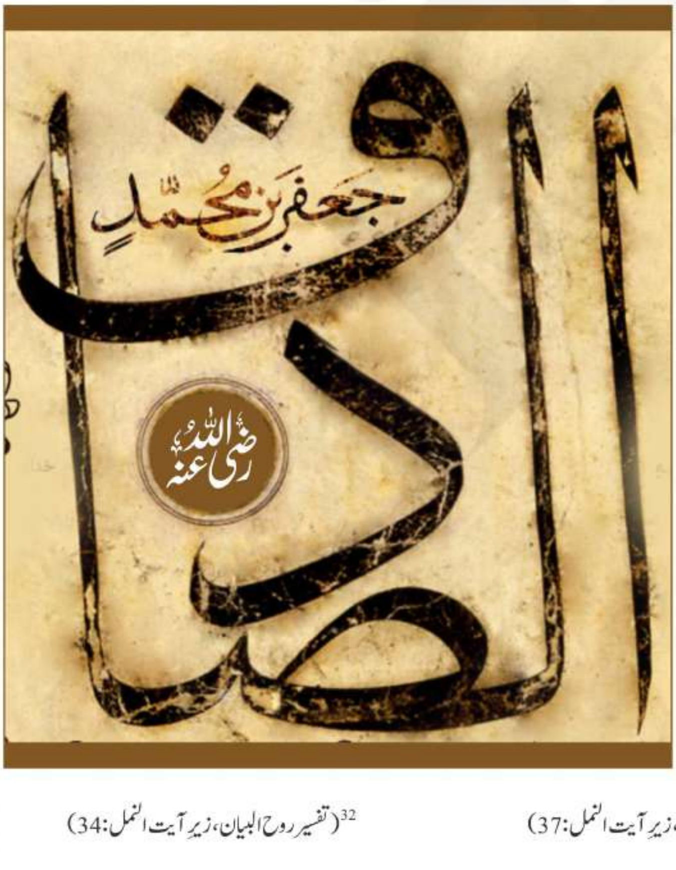

[28](تفسیر روح البیان، زیر آیت حم السجدہ: 31)
[29](النمل: 37)
[30](تفسیر روح البیان، زیرِ آیت النمل: 37)
[31](النمل: 34)
[32](تفسیر روح البیان، زیرِ آیت النمل: 34)

آئمہ جرح و تعدیل کی نظر میں

مفتی محمد صدیق خان قادری

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عترت یعنی سادات کو ایسے بے شمار کمالات و فضائل اور خصائص سے نوازا ہے جو کسی اور کے حصے میں نہیں آئے۔ کہیں تو؛

"قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى"[1]

فرما کہ اُن کی محبت کو امت مسلمہ پر فرض کر دیا ہے۔ تو کہیں؛

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"[2]

کہہ کر اُن کی ذات سے ہر قسم کے رجس اور نقائص کو دور کر کے اُن کی طہارتوں اور پاکیزگیوں کے جھنڈے کو بلند کر دیا ہے۔ ایک روایت کے مطابق خود آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی اپنی عترت کو قرآن کا ساتھی بنا کر اس چیز کی ضمانت دے دی کہ اگر ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ان پاکیزہ ہستیوں اور سادات میں سے ایک ہستی امام جعفر صادق بھی ہیں جو کہ علم و معرفت کا منبع ہیں آپ علم و معرفت کا ایسا بہتا سمندر ہیں کہ جہاں سے وقت کے بڑے بڑے نامور امام فن بھی اپنی علمی پیاس بجھاتے نظر آتے ہیں حقائق و معرفت کے سمندر نے تشنگان علم و معرفت کو اپنے علم و فیض سے ایسا سیراب کیا کہ آئمہ جرح و تعدیل بھی آپ کی ثقاہت و عدالت کے گُن گائے بغیر نہ رہ سکے۔

زیر نظر مضمون میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی ذات اقدس کو آئمہ جرح و تعدیل کی آراء کی روشنی میں جاننے کی کوشش کریں گے کہ اُن کی نگاہ میں آپؓ کا کیا علمی مقام و مرتبہ ہے۔

یاد رہے کہ فن جرح و تعدیل ایک ایسا علم ہے کہ جس میں خاص الفاظ کے ذریعے کسی بھی شخصیت یا راوی کی عدالت و ثقاہت یا اس کے عیب و ضعف کو بیان کیا جاتا ہے۔ اگر راوی کے عیب یا ایسی کمزوریوں کو بیان کیا جائے جو اس کی روایت کے رد کا سبب بنے تو اسے جرح کہتے ہیں۔ اگر راوی کی ایسی صفات بیان کی جائیں جس کی وجہ سے اس کی روایت قبول ہو جائے تو اسے تعدیل کہتے ہیں۔

آئمہ جرح و تعدیل وہ امام ہوتے ہیں کہ جن کی علمی وسعت اور راویوں کے احوال پر گرفت اس پائے کی ہوتی ہے کہ وہ کسی بھی شخصیت یا راوی پر کلام کر سکتے ہیں۔ اگر ایسے آئمہ جب کسی شخصیت کی توثیق و تعدیل کر دیں تو وہ شخصیت علمی دنیا میں مسلمہ اور ثقہ مانی جاتی ہے اور اس سے روایت کردہ چیزوں پر مکمل اعتماد کیا جاتا ہے۔

اس مضمون کو لکھنے کا مدعا یہ ہے کہ سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) لوگوں کی نظر میں یکے از آئمہ سادات کے طور پر معروف ہیں اور لوگ ان سے صرف روحانی عقیدت رکھتے ہیں اگرچہ ان کی یہ روحانی عقیدت اولیت بھی رکھتی ہے لیکن جو آپؓ کی علمی خدمات ہیں وہ بھی عظیم المرتبت اور بلند پایہ ہیں ۔ لہٰذا ان خدمات کو جاننا اور ان کا اعتراف کرنا بھی

[1] (الشوریٰ:23)

[2] (الاحزاب:33)

ضروری ہے تاکہ آپؒ کی علمی اور روحانی شخصیت نکھر کر سامنے آجائے۔

قارئین جب ہم کتب جرح وتعدیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آئمہ جرح و تعدیل نے نہ صرف آپ کے علمی کمال کے سامنے اعترافِ عجز کیا ہے بلکہ مختلف انداز اور اقوال میں اُن کی ثقاہت وعدالت کے چرچے کیے ہیں۔امام جرح وتعدیل ابن ابی حاتم الرازی کہ جن کا شمار اجل آئمہ جرح و تعدیل میں ہوتا ہے اور جن کے قول کو فن جرح وتعدیل میں مرکزیت حاصل ہے انہوں نے بڑے خوبصورت انداز کے ساتھ مختلف آئمہ کرام کے اقوال و آراء کی روشنی میں اُن کی علمی شان کو بیان کیا ہے۔

اسحاق بن ابراہیم بن راھویہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سوال کیا:

"کیف جعفر بن محمد عندك قال ثقة"[3]

"تمہارے نزدیک جعفر بن محمد کا علمی مقام کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں"۔

آئمہ جرح وتعدیل کے نزدیک ثقاہت میں سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی مثل کوئی نہیں آسکتا۔علامہ عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ فرمارہے تھے:

"جعفر بن محمد ثقة لایسأل عن مثله"[4]

"جعفر بن محمد ثقہ ہیں اُن کی مثل کے بارے تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا"۔

علامہ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ سے جعفر بن محمد سہیل بن ابی صالح اور العلاء کے بارے پوچھا گیا کہ ان تینوں میں سے کون اصح ہے۔تو انہوں نے فرمایا:

"لایقرن جعفر الی ھؤلاء"[5]

"امام جعفر صادق کو ان کے ساتھ نہ ملاو"۔

اُن کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ امام جعفر صادق ان سے ہر لحاظ سے ارفع اور اعلیٰ ہیں۔

امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں کہ آپ سے یحیی بن سعید الانصاری، امام ابن جریج، امام ثوری، امام شعبہ، امام مالک، امام ابن اسحاق، سلیمان بن بلال اور ابن عیینہ نے روایت کیا ہے اگر ہم ان مذکورہ ناموں پر غور کریں تو یہ کوئی معمولی شخصیات نہیں ہیں۔بلکہ ان میں سے ہر ایک امام فن اور مسلمہ شخصیت ہے ان سب حضرات کا آپ سے روایت کرنا امام جعفر صادق کے کمالِ علم وفضل پر دلالت کرتا ہے۔

فن جرح وتعدیل میں امام یحیی بن معین کا بھی بہت بڑا نام ہے اُن سے جب آپ کے بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"جعفر بن محمد ثقة"[6]

"جعفر بن محمد ثقہ ہیں"۔

اسی طرح امام نسائی بھی آپ کی ثقاہت کا ڈنکا بجاتے ہیں اور انہوں نے فرمایا امام جعفر الصادق ثقہ ہیں۔[7]

جس انداز میں امام عجلی الکوفی نے آپ کی ثقاہت اور انفرادیت کو بیان کیا ہے اُس سے آپ کی علمی وجاہت نکھر کر سامنے آجاتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ولھم شئ لیس لغیر ھم خمسة آئمة جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ولا یسأل عن عدالته فھو الثقة ابن ثقة"[8]

"امام جعفر کے جو آباء و اجداد ہیں مثلا محمد بن علی بن حسین بن علی ان کو ایسی امتیاز شان ملی ہے جو کسی اور کو نہیں ملی امام جعفر سمیت یہ پانچوں آئمہ ہیں اور امام

[3] (الجرح والتعدیل، جز:2، ص:487)

[4] (ایضاً)

[5] (ایضاً)

[6] (ایضاً)

[7] (تہذیب التہذیب، جز:2، ص:105)

[8] (تاریخ الثقات، جز:1، ص:98)

جعفر کی عدالت کے بارے کلام کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا وہ ثقہ ابن ثقہ ہیں"۔

آپ کی ثقاہت وعدالت اور علمی شان اس درجے کی تھی کہ جب امام اعظم ابو حنیفہ سے پوچھا گیا کہ اے امام صاحب جن شخصیات کو آپ نے دیکھا ہے اُن میں سے کون سب سے زیادہ فقیہ ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"ما رایت احدا افقه من جعفر بن محمد"[9]

"میں نے جعفر بن محمد سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا"۔

آپ کمال درجے کے فقیہ کیوں نہ ہوتے کیونکہ آپ کے آباؤاجداد کا علم وفیض سینہ بہ سینہ آپ کو عطا ہوا تھا۔یہی تو وجہ ہے بطور تحدیث نعمت اور امت مسلمہ کی بھلائی اور "بلغوا عنی ولو کان آیة" کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ فرماتے تھے:

"سلونی قبل ان تفقدونی فانه لایحدثکم احد بعدی بمثل حدیثی"[10]

"مجھ سے سوال کرو اس سے پہلے کہ تم مجھے نہ پاسکو کیونکہ میرے بعد مجھ جیسی حدیث تمہیں کوئی بھی بیان نہیں کرے گا"۔

آپ کے چہرے پر اتنی نورانیت اور علمی وجاہت چھلکتی تھی کہ عمرو بن ابی مقدام فرماتے ہیں:

"کنت اذا نظرت الی جعفر بن محمد علمت انه من سلالة النبیین"[11]

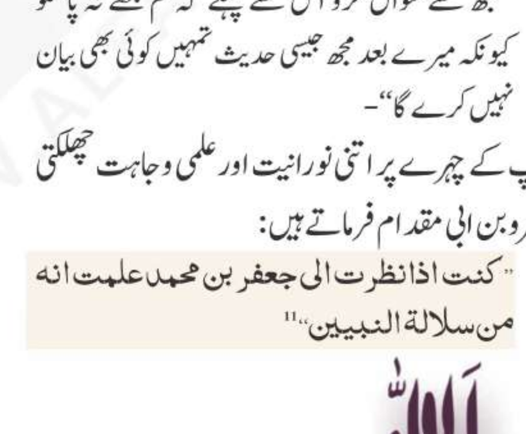

"جب میں جعفر بن محمد کے چہرے کو دیکھتا تھا تو میں چہرے ہی سے جان لیتا کہ آپ نبیوں کی اولاد میں سے ہیں"۔

آپ علمی میدان میں ایک ایسی ہستی کامل تھے کہ اگر کوئی آپ کی شخصیت پر انگلی اٹھانے کی کوشش کرتا تو اجل اکابر اہل سنت کی جانب سے شدید الفاظ میں اُس کا رد کر دیا جاتا۔جس طرح امام شمس الدین ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں حفص بن غیاث کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ عبادان (یہ ایک جگہ کا نام ہے) گئے تو وہاں کچھ بصرہ کے لوگ جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں تین شخصیات اشعث بن عبد الملک، عمرو بن عبید اور جعفر بن محمد کی احادیث نہ سنانا تو انہوں نے جواب دیا کہ اشعث کا معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں اور جہاں تک بات عمرو بن عبید کی ہے تم اُس کو اچھی طرح جانتے ہو اور رہی بات امام جعفر صادق کی:

"فلو کنتم با الکوفة لاخذ تکم النعال المطرقة"[12]

"اگر تم کوفہ میں ہوتے تو میں جوتوں سے تمہاری تواضع کرتا"۔

حفص بن غیاث آئمہ اہل سنت میں سے ہیں۔امام ابن سعد، امام عجلی اور دیگر آئمہ ان کی ثقاہت وفقاہت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں وہ کوفہ اور بصرہ میں منصب قضاء پر بھی فائز رہے[13]۔گویا یہ رویہ آئمہ اہل سنت وجماعت کا تھا کہ سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی ذات پہ سوال اٹھانے والوں کو وہ جوتوں کا مستحق سمجھتے تھے۔

جہاں بہت سے نامور آئمہ فن نے اُن کی ثقاہت و عدالت کو بیان کیا ہے اور اپنے اقوال و آراء کے ساتھ اُن کی توثیق کی ہے تو وہاں چند ایک نے آپ کی شخصیت پر جرح و کلام کرنے کی کوشش بھی کی ہے لیکن جس انداز میں آئمہ جرح و تعدیل نے اُن کی اس جرح وکلام کا رد کیا ہے تو اس کے بعد اُن کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔مثال کے طور

[9] (الکامل فی ضعفاء الرجال، جز:2، ص:358)
[10] (تذکرة الحفاظ، جز:1، ص:126)
[11] (الکامل فی ضعفاء الرجال، جز:2، ص:257)
[12] (سیر اعلام النبلاء، جز:6، ص:364)
[13] (الثقات للعجلی، جز:1، ص:125)
(الطبقات الکبریٰ، جز:6، ص:390)

پر یحیی بن سعید سے روایت کیا گیا ہے کہ امام جعفر صادق نے مجھے غالباجح کے بارے میں ایک طویل حدیث املاء کروائی لیکن اس معاملے میں میرے دل میں ایک خلش پائی جاتی ہے۔ لہٰذا امام جعفر صادق کی بنسبت علامہ مجالد مجھے زیادہ محبوب ہیں تو اُن کے اس قول پر علامہ ذہبی نے گرفت کرتے ہُوئے فرمایا:

"قلت هذه من زلقات يحيى القطان بل اجمع أئمة هذ الشأن على ان جعفر اوثق من مجالد ولم يلتفتوا الى قول يحيى"[14]

"میں کہتاہوں کہ اس قول میں امام یحیی القطان پھسل گئے ہیں بلکہ آئمہ کرام توامام جعفر الصادق کی اس شان پر متفق ہیں کہ وہ علامہ مجالد سے زیادہ ثقہ ہیں اور آئمہ کرام نے امام یحیی القطان کے اس قول کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں کی"۔

بلکہ علامہ اسحاق بن حکیم نے امام یحیی القطان سے امام صاحب کی باقاعدہ توثیق بھی نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام یحیی القطان نے فرمایا:

"جعفر ما كان كذوبا"[15]

"امام جعفر میں کسی قسم کا کذب نہیں تھا"۔

اسی طرح ابن سعد نے آپ کے بارے کہا کہ آپ کثیر الحدیث تھے لیکن اُن کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جائے گی بلکہ وہ ضعیف ہیں کیونکہ ایک مرتبہ اُن سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ حدیثیں آپ نے اپنے والد سے سنی ہیں تو انہوں نے کہا جی ہاں اور پھر ایک مرتبہ اُن سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ان کو میں نے اُن کی کتب میں پایا ہے تو اس بنا پر ابن سعد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں کیونکہ کبھی وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنی ہیں کبھی کہتے ہیں کہ میں نے اُن کو اُن کی کتب میں پایا ہے۔ تو امام ابن حجر عسقلانی الشافعی نے ابن سعد کے اس بے تکے قول کا ردِ بلیغ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"قلت يحتمل يكون الاقوالان وقعا عن احاديث مختلفة فذكر فيما سمعه انه سمعه و فيما لم يسمعه انه وجده وهذا يدل على ثبته"[16]

"میں کہتاہوں کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ دونوں اقوال مختلف احادیث کے بارے واقع ہوں جو آپ نے احادیث سنی ہوں اُن کے بارے کہہ دیاہو کہ میں نے سنی ہیں اور جو آپ نے اُن کی کتب میں پائی ہوں اُن کے بارے کہہ دیا کہ میں نے اِن کو کتب میں پایا ہے یہ چیز تو عیب والی نہیں ہے بلکہ یہ چیز تو مزید ثبت پر دلالت کرتی ہے"۔

الغرض! آئمہ جرح و تعدیل کے ان اقوال اور تبصروں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) علمِ حدیث میں نہایت ہی مایہ ناز مستند اور مسلمہ شخصیت مبارکہ تھے کہ جن کی بارگاہ سے اپنے عہد کے نامور آئمہ فن نہ صرف مستفید ہوئے بلکہ انہوں نے آپ کی ثقاہت و عدالت اور ان کے علمی کمالات کو بھی خوب اُجاگر کیا ہے اور ان کی ذات اقدس پہ نکتہ چینی کرنے والوں کا ردِ بلیغ کرنا اپنا فرض جانا ہے۔

☆☆☆

[14] (ایضاً)

[15] (ایضاً)

[16] (تہذیب التہذیب، جز:2، ص:105)

آئمۂ اہل سنت کی نظر میں

مفتی امجد علی قادری

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) آسمانِ علم و فیض کے وہ درخشاں آفتاب ہیں جن کا صدق و تحقیق اس کمالِ نور کو پہنچا کہ آپ اپنے نانا جان (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لقب مبارک الصادق سے ملقب و مشہور ہو گئے- آپ وقت کے امام، صاحبانِ عشق و محبت اور اہل ذوق کے پیشوا ہیں آپ نے اپنے علم و فیض سے طالبانِ مولیٰ اور عوام الناس کی راہنمائی کیلئے شریعت و طریقت کے جو اقوال اور انمول موتی بکھیرے ہیں ان کو پڑھ کر یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہو تا کہ آپ واقعی صحیح معنوں میں وارثِ نبی اور اہل طریقت کے مقتدا ہیں- علم و معرفت کا یہ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ایسا چمکا کہ وقت کے بڑے بڑے علماء بھی دینی شرفِ تلمذ کیلئے آپ کی بار گاہ میں دوزانو بیٹھے نظر آتے ہیں-

حضرت نعمان بن ثابت المعروف امام اعظم ابو حنیفہ (80 تا 150ھ)

حضرت نعمان بن ثابتؒ المعروف ابو حنیفہ فقہ حنفی کے بانی ہیں اور امام الاعظم، سراج الامۃ، کاشف الغمہ، کے لقب سے مشہور ہوئے - جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "التبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ" میں فرماتے ہیں آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس حدیث کے مصداق امام اعظم ابو حنیفہ ہیں-

"آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے- اگر ایمان ثریا (ستارہ) میں بھی ہو تا تو فارس کے لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیتے"-[1]

حضرت امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے فیض حاصل کیا- جیسا کہ امام مزی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تہذیب الکمال" میں لکھا ہے:

"حضرت حسن بن زیاد (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں میں نے امام اعظمؒ سے سنا کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے جن اشخاص کو دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ فقیہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے سب سے زیادہ جعفر بن محمد کو فقیہ دیکھا- جب منصور نے مجھے مقام حیرہ میں بلایا- اس نے میری طرف قاصد بھیجا پس اس نے کہا اے ابو حنیفہ !جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) کو لوگ بہت زیادہ چاہنے لگے ہیں- تم کچھ سخت و پیچیدہ سوالات تیار کرو اور ان سے مناظرہ کرو- میں نے 40 سوالات تیار کئے جس کے بعد منصور نے شہر "حیرہ "(بصرہ اور مکہ کے درمیان) میں مجھے حاضر ہونے کے لئے کہا، میں ان کے پاس گیا تو دیکھا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) اس کے داہنے جانب بیٹھے ہوئے ہیں، جیسے ہی میری نظر امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) پر پڑی میں ان کی عظمت و جلالت سے اتنا مرعوب ہوا کہ اتنا آج تک منصور سے نہیں ہوا تھا- میں نے منصور کو سلام کیا، اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں بیٹھ گیا پھر منصور نے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی طرف رخ کر کے کہا:"اے اباعبد اللہ !کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ؟امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: "ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں یہ ابو حنیفہ ہیں"-اس کے بعد منصور نے میری طرف رخ کر کے کہا: "اے ابو حنیفہ اپنے سوالات پیش کرو- میں نے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے اپنا ایک ایک سوال پوچھ ڈالا -انہوں نے ان سب کا جواب دیا اور آپ جواب کے دوران فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں تم اس طرح کہتے ہو، اہل مدینہ اس طرح کہتے ہیں اور ہم اس طرح کہتے ہیں- ان کے بعض جوابات میرے نظریے کے مطابق تھے اور بعض

[1] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، جامع ترمذی، ج:2، رقم الحدیث:1258، مکتبہ رحمانیہ

اہل مدینہ کے اور بعض دونوں کے مخالف تھے- یہاں تک کہ میں نے اپنے 40 سوال کر لئے اور امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے ہر سوال کا جواب بطور احسن واکمل دیا، اس کے بعد امام ابو حنیفہ بطور تحسین فرماتے ہیں: کیا ہم نے روایت نہیں کیا کہ سب سے زیادہ آگاہ اور دانشور شخص وہ ہے جو لوگوں کے مختلف نظریوں کو سب سے زیادہ جانتا ہو"-[2]

امام مالک بن انس (93ھ تا179ھ)

حضرت امام مالک امام دارالہجرت امیر المومنین فی الحدیث کے نام سے جانے جاتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آپ کے بارے بشارت دی:

"عنقریب لوگ علم حاصل کرنے کے لیے (دور دراز سے) اونٹوں پر سفر کریں گے- وہ لوگ مدینہ کے عالم سے کسی کو علم سے زیادہ نہیں پائیں گے"-[3]

ادب شہر رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وجہ سے امام مالک نے ساری زندگی مدینہ شریف میں ننگے پاؤں پھرتے گزار دی، آپؒ نے امام جعفر صادق سے فیض حاصل کیا-

آپ امام جعفر صادق کے بارے میں فرماتے ہیں:

"میں ایک زمانہ امام جعفر بن محمد کے پاس آتا جاتا رہا، میں نے جب بھی امام صادق (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، ان کو تین میں سے ایک حالت میں پایا، یا آپ نماز پڑھ رہے ہوتے، یا روزے سے ہوتے، یا تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوتے اور میں نے کبھی بھی آپؒ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث مبارک بغیر وضو کے بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا- آپ لایعنی کلام نہیں فرماتے تھے- آپ عابد زاہد علماء میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھنے والے تھے"-[4]

محمد بن ادریس شافعیؒ (150ھ تا204ھ)

محمد بن ادریس شافعی آپ ناصر الحدیث، عالم العصر، امام العلم کے القابات سے مشہور ہوئے- آپ کے نسب میں ایک صحابی حضرت شافع بن سائب تھے جن کی وجہ سے آپ کو شافعی کہتے ہیں- آپ نے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے بالواسطہ علم حاصل نہیں کیا لیکن امام مالکؒ کے واسطہ سے وہ آپ کے شاگرد ہیں اس لیے آپ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اسحاق بن ابراہیم بن راھویہ فرماتے ہیں میں نے امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے کہا کہ آپ نے جعفر بن محمدؒ کو کیسا پایا؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں"-[5]

امام شافعیؒ اہل بیت سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے آپ اہل بیت کی شان میں فرماتے ہیں:

"اگر اہل بیت سے محبت کا نام رفض ہے تو پورا عالم میرے رافضی ہونے کا گواہ ہو جائے"-[6]

حافظ ابی حاتم محمد بن حبان بن احمد تمیمی (270ھ تا354ھ)

امام ابن حبان بستی کو علامہ سمعانی نے امام العصر کہا اور حافظ ذہبی نے آئمہ زمانہ میں شمار کیا ہے- آپؒ امام جعفر صادقؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور آپ اپنے والد گرامی سے بھی روایت کرتے رہے ہیں آپ فقہ، علم اور فضل کے اعتبار سے اہل بیت کے سادات میں سے ہیں"-[7]

امام ابو نعیم اصفہانی الشافعی (330ھ تا430ھ)

امام ابو نعیم اصفہانی (رحمۃ اللہ علیہ) تاج المحدثین سے معروف ہیں- آپؒ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

[2]یوسف بن الزكي عبدالرحمن أبوالحجاج المزي، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ج:5، ص:79، مکتبہ دار الكتب بيروت

[3]جامع ترمذی، ج:2، رقم الحديث:591، مكتبه رحمانيه

[4]أبو عمر يوسف بن عبد الله بن عبد البر القرطبی، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، ج:2، ص:67، الناشر: وزارة عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامية

[5]امام حافظ ابی محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم التمیمی الحنظلی الرازی، الجرح وتعدیل، ناب الجیم، ج:2، ص:419، دار الکتب العلمیہ بیروت

[6]امام شافعی، دیوان شافعی، ص:93، مکتبہ علوم اسلامیہ

[7]محمد بن حبان أبو حاتم التمیمی کتاب الثقات، ج:1، ص:251، مکتبہ العباس احمد الباز مکہ المکرمہ

"امام جعفر صادق عبادت اور خشوع کی طرف متوجہ رہتے اور آپ خلوت و خشوع کو ترجیح دیتے اور آپ نے حکومت اور لوگوں کے مجمع کو ناپسند کیا"۔[8]

ھیاج بن بسطام

ھیاج بن بسطام محدث ہیں علامہ ابن حجر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تحقیق آپ بغداد میں حدیث بیان کرتے تو ایک لاکھ تک کا مجمع ہوتا اور آپ کی فصاحت پر لوگوں کو تعجب ہوتا"۔[9]

آپ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جعفر بن محمد (کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ) وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اپنے گھر والوں کے لیے کچھ باقی نہیں رکھتے تھے"۔[10]

محمد بن عبد الکریم شہرستانی الشافعی (479ھ تا 548ھ)

محمد بن عبد الکریم شہرستانی پانچویں ہجری کے بہت بڑے عالم، متکلم، فلسفی ہو گزرے ہیں۔ آپ سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابو عبد اللہ جعفر بن محمد صادق آپ کے پاس دین کا زبر دست علم اور حکمت میں کامل ادب تھا۔ دنیا میں زہد اور شہوات سے مکمل دوری تھی۔ آپ نے دوستوں پر مختلف علوم کے اسرار و رموز کا فیض کیا۔ پھر آپ عراق میں داخل ہوئے اور آپ نے وہاں پر کچھ عرصہ قیام فرمایا اور کبھی بھی حکومت کے پے در پے نہ ہوئے، آپ نے کسی سے خلافت کے بارے میں جھگڑا نہیں کیا۔ جو بھی علم و معرفت کے سمندر میں غرق ہو جائے وہ کنارے کی طمع نہیں رکھتا اور جو حقیقت کی چوٹی پر چڑھ جائے وہ نیچے گرنے سے نہیں ڈرتا"۔[11]

جمال الدین ابی الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد ابن جوزی حنبلی (509، 510 تا 597)

امام جوزی (رحمۃ اللہ علیہ) فقیہ، مؤرخ، محدث، متکلم اور سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی نسل مبارک میں سے تھے۔ آپ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اپنی کتاب "صفۃ الصفوۃ" میں لکھتے ہے کہ:

"امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) ایسی شخصیت تھی کہ جس کو خداوند کی عبادت میں مصروف ہونے نے حکومت کی محبت سے دور کیا ہوا تھا"۔[12]

احمد بن محمد بن ابرہیم بن ابی بکر بن خلکان الشافعی (608ھ تا 681ھ)

ابن خلکان تیرہویں صدی عیسوی میں فقہ شافعی کے عالم تھے اور قاضی القضاۃ تھے۔ آپ امام جعفر صادق کے بارے میں فرماتے ہیں:

"آپ اہل بیت کے سادات میں سے ہیں اور آپ کو آپ کی گفتگوں کے صدق کی وجہ سے صادق کا لقب دیا گیا اور آپ کی فضیلت ذکر کرنے سے بھی زیادہ ہے اور آپ کا کیمیاء گری، زجر (کہانت) اور فال کے بارے میں بھی کلام ہے"۔[13]

تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام النمیری الحرانی الحنبلی المعروف ابن تیمیہ (621ھ تا 728ھ)

امام ابن تیمیہ مشہور عالم دین، فقیہ، محدث، فلسفی اور جامع العلوم تھے۔

امام ابن تیمیہ "منہاج السنۃ" میں فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) اہل علم و اہل دین میں سے بہترین ہیں۔[14]

---

[8] امام حافظ ابی نعیم اصفیانی، حلیۃ الاولیاء، ج:2، ص:472، ۔دار الحدیث القاہرہ

[9] تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، ج:11، ص:78، مصدر الکتاب موقع یعسوب

[10] امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:6، ص:367 دار الحدیث قاہرۃ

[11] محمد بن عبد الكريم بن أبي بكر أحمد الشهرستاني، الملل والنحل، ج:1، ص:47، دار المعرفة - بيروت

[12] صفۃ الصفوۃ، ج:2، ص:114، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

[13] أبو العباس شمس الدين أحمد بن محمد بن أبي بكر بن خلكاندار، وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان، ج:1، ص:327، دار الكتب - بيروت

[14] أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني أبو العباس، منهاج السنة النبوية، ج:4، ص:21، الناشر: مؤسسة قرطبة

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (673ھ تا748ھ)

امام شمس الدین ذہبی مشہور عرب محدث اور مورخ تھے- آپ فرماتے ہیں کہ:

"جعفر بن محمد بن علی بن حسین ہاشمی ابو عبد اللہ آپ مشہور آئمہ میں سے ایک، نیک صادق اور بلند شان والے ہیں"-[15]

اسی طرح حضرت امام ذہبی دیگر مقام پر رقم طراز ہیں:

"آپؒ امام، صادق، بنی ہاشم کے مشائخ سے ہیں-ابو عبد اللہ کنیت، قریشی، ہاشمی علوی نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدنی اور آئمہ اعلام میں سے ایک ہیں"-[16]

نور الدین عبد الرحمٰن جامی حنفی (817ھ تا898ھ)

عاشق رسول امام المعقول والمنقول مولانا امام عبد الرحمٰن جامی امام جعفر صادق کے بارے میں فرماتے ہیں:

"آپ صادق کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں - آپ عظمائے اہل بیت سے ہیں اور ان میں سے تمام سے اعلم ہیں اور ان کے قلب پر اس قدر علوم مفیضہ نازل ہوئے جن کا احاطہ فہم وادراک نہیں کر سکتے"-[17]

احمد بن حجر الہیتمی المکی الشافعی (909ھ تا974ھ)

احمد بن حجر ہیتمی فقہ شافعی کے ماہر عالم تھے- آپ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ابو عبد اللہ آپ صادق کے لقب سے ملقب ہے- آپ بزرگ تابعین میں سے ہیں علم میں آپ بلند درجہ کے مالک ہیں آپ سے آئمہ کی جماعت نے علم حاصل کیا- ان میں سے امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک ہیں اور آپ کو صادق کا لقب اس لیے دیا گیا کیونکہ آپ سے کبھی بھی جھوٹ نہیں جانا گیا"-[18]

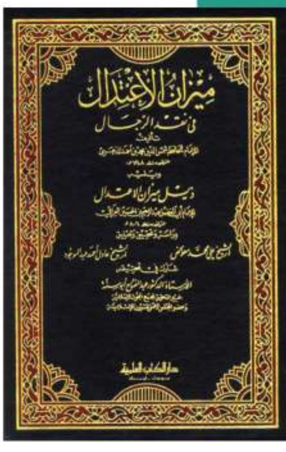

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (1159ھ تا1239ھ)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) سراج الہند کے لقب سے مشہور ہیں - آپؒ اپنی کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" میں لکھتے ہیں کہ:

"امام اعظم ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ہمیشہ سدینا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی صحبت و خدمت پر فخر کرتے رہے اور اس سلسلہ میں ان کا یہ قول بہت مشہور ہے:

"لولا السنتان لهلك النعمان"[19]

یعنی اگر یہ دو برس نہ ہوتے (جو خدمت حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) میں گزارے) تو نعمان ضرور ہلاک ہو جاتا"-

ابو البرکات امام احمد رضا خان قادری (14 جون 1856ء-28 اکتوبر 1921ء)

بیسویں صدی عیسوی کے مجدد، نامور حنفی فقیہہ، محدث، اصولی، نعت گو شاعر، علوم نقلیہ وعقلیہ کے ماہر، سلسلہ قادریہ کے شیخ امام احمد رضا خان قادری (رحمۃ اللہ علیہ) سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں حدائق "بخشش" میں فرماتے ہے:

صدقِ صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے[20]

اسی طرح آپؒ اپنے فارسی کلام میں بھی سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی شان اقدس یوں بیان کرتے ہیں:

جعفر صادق بحقِ ناطق بحقِ واثق توئی
بہر حق ما را طریق حق نماء امداد کن[21]

"اے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ)! آپؒ حق کے ساتھ کلام فرمانے والے اور حق کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں- خدارا! ہمیں بھی راہ حق دکھایئے اور ہماری مدد فرمایئے"-

☆☆☆

---

[15] امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، میزان الاعتدال، ج:1، ص:379، مکتبہ الوحیدیہ پشاور پاکستان
[16] ایضاً، ج:6، ص:255
[17] حضرت علامہ نور الدین عبد الرحمن جامی، لتقویہ یقین اہل الفتوۃ شواہد النبوۃ، ص:326-327، مکتبہ نبویہ
[18] احمد بن حجر الہیتمی مکی شافعی، تطہیر الجنان والسان، ص:305، دار الکتب العلمیہ بیروت
[19] تحفہ اثنا عشریہ، ص:68 کتب خانہ اشاعت اسلام مٹیا محل دھلی
[20] حدائقِ بخشش، ص:148، مکتبہ المدینہ کراچی
[21] ایضاً، ص:328

الامام جعفر الصادق (رضی اللہ عنہ)
کے پند و نصائح

مفتی میاں عابد علی ماتریدی

ہر تہذیب کے کچھ چشم و چراغ ایسے ہوتے ہیں جن کی بدولت وہ تہذیب ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے بامِ عروج تک رسائی حاصل کرتی ہے- اسلامی تاریخ و تہذیب بھی ایسی جلیل القدر شخصیات سے مزین ہے جنہوں نے اپنے علم و حکمت سے دینِ متین کی آبیاری کا فریضہ سر انجام دیا- ان برگزیدہ ہستیوں میں خانوادۂ اہل بیت کے روشن چراغ سیدنا حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی ذاتِ گرامی مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے- سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) خانوادہ اہلِ بیت کے اکابرین میں شمار ہوتے ہیں-

آپ یوسف سنت، جمال طریقت، معبر اہل معرفت، مزین اہل صفوت، بلند خیال، علوم کا ہمالیہ اور حلم کا بحر بے کراں، معرفت کا قلزم، سخاوت کا دریا، حیاء کا پیکر، نور کا چشمہ، علم شریعت، علم طریقت، علم معرفت اور علم حقیقت کا منبع ،علوم اسلامی کے موجد، زہد و تقویٰ میں کامل اور عبادت و ریاضت میں بلند پایہ تھے- علاوہ ازیں تمام عالم اسلام میں آپ کے علم و حکمت کا شہرہ تھا- آپ نے جس علمی تحقیق کی بنیاد رکھی اس کے سبب اسلامی دنیا علم کا گہوارہ بن گئی- یہاں زیر نظر تحریر میں آپ کے چند پند و نصائح کو بطور نصیحت ذکر کیا جارہا ہے-

اولاد کی اچھی تربیت کرنا والدین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو ہمارے اکابر بڑے احسن انداز میں نبھاتے آئے ہیں، وقتاً فوقتاً اپنے بچوں کو مختلف انداز میں نصیحتیں کیا کرتے تھے-

امام ابی نعیم اصبہانی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

حضرت سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں فرمائیں آپنے نصیحتیں کرنے کے بعد فرمایا: اے بیٹا میری بات یاد رکھو اس لیے کہ اگر تم نے ان کو یاد رکھا تو تمہاری زندگی بہتر گزرے گی اور تمہاری موت قابل رشک ہوگی-

مالدار کون؟

’’اے عزیز بیٹا! اصل مالدار وہ شخص ہے جو اس پر راضی ہو جائے جو اس کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے اور جو شخص دوسروں کے مال پر نظر رکھتا ہے وہ فقیری کی حالت میں مرتا ہے اور جو شخص اس پر راضی نہ ہوا جو اللہ نے اس کیلئے مقرر کر دیا ہے گویا وہ اللہ پاک کو اس کے فیصلے میں بہتان لگاتا ہے‘‘-

اس نصیحت میں ہمارے لیے سبق یہ ہے کہ ہم اپنے اندر قناعت پیدا کریں قناعت یہ ہے کہ انسان کی قسمت میں جو رزق لکھا ہے اس پر اس کا نفس راضی رہے- جو مل جائے اس پر دل جمی کے ساتھ صبر اختیار کریں اور اللہ پاک جس حال میں رکھے اس کی رضا پر راضی رہتے ہوئے ہر وقت اس کا شکر ادا کرتے رہیں-

صحبت علماء عزت کا باعث:

’’اے بیٹا! جو شخص دوسروں کے عیوب سے پردہ اٹھائے گا اس کے اپنے عیب ظاہر ہو جاتے ہیں- جو شخص بغاوت کیلئے تلوار بلند کرتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل کر دیا جاتا ہے، جو شخص اپنے کسی بھائی کیلئے گڑھا کھودے گا وہ خود ہی اس میں گرے گا،

بے وقوفوں کی محفل میں بیٹھنے والا حقیر و ذلیل ہوتا ہے جبکہ علماء کی صحبت اختیار کرنے والا عزت پاتا ہے اور برائی کے مقام پر جانے والے پر تہمت لگائی جاتی ہے"۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے بلکہ ہر دوسرے شخص کے عیب تلاش کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں بھلائی کا نہیں سوچتے جب کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دوسروں کے عیب تلاش نہ کریں ہمیشہ دوسروں کی خیر خواہی کریں اور فقراء و اولیاء کاملین کی صحبت اختیار کریں جنہوں نے انبیاء (رضی اللہ عنہم) اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بعد دین حق کی روشنی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مذہب و قومیت، رنگ و نسل اور ذات پات کی پابندیوں سے بالاتر ہو کر بلا تفریق اس پیغمبرانہ طریق کو جاری رکھا۔

مولانا جلال الدین رومی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

"اولیاء کاملین کی صحبت کے چند لمحات سو سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہیں"۔

فضول اور لایعنی گفتگو سے پرہیز:

"اے بیٹا! لوگوں پر عیب لگانے سے بچنا ورنہ لوگ تم پر عیب لگائیں گے اور فضول باتوں سے بچنا ورنہ ان کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہو گے"۔

دوسروں کی خامیوں پر نظر رکھنے کی بجائے ہم اپنے اندر جھانک کر دیکھیں اور اپنی خامیوں کو تلاش کریں اور اپنی اصلاح کرتے ہوئے فضول اور لایعنی گفتگو سے پرہیز کریں کیونکہ انسان کے لیے سب سے نفع بخش چیز یہ ہے کہ لوگوں کی پردہ دری کے بجائے اپنے عیبوں پر نظر رکھے۔

حق بات:

"اے بیٹا! حق بات ہی کہنا خواہ تمہارے حق میں ہو یا تمہارے خلاف کیونکہ مذمت کا سامنا تمہیں اپنے دوستوں کی طرف سے ہی کرنا پڑے گا"۔

شریعتِ اسلامیہ میں سچ بولنے کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے اور بار بار سچ بولنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ سچائی ایک ایسی صفت ہے جس کے بغیر انسانیت مکمل نہیں ہوتی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمیشہ سچ بولنے کی تعلیم دی اور جھوٹ بولنے سے منع فرمایا۔ ہمیں ہر حال میں شریعت کے تقاضوں کے مطابق سچ بولنے کی پاسداری کرنی چاہیے۔

بغض و نفرت کا سبب:

"اے بیٹا! قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہنا، سلام کو عام کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا، جو تجھ سے تعلق توڑے تم اس سے رشتہ جوڑنا، جو تم سے بات نہ کرے اس سے بات کرنے میں پہل کرنا، جو تم سے مانگے اسے عطا کرنا، چغل خوری سے بچنا اس لئے کہ یہ مردوں کے دلوں میں بغض پیدا کر دیتا ہے۔ لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑنے سے بچو اس لئے کہ یہ چیز خود کو (مذمت و تہمت) ہدف بنانے کے قائم مقام ہے"۔

تلاوتِ قرآن پاک دین اسلام میں ایک نہایت ہی پسندیدہ اور مطلوب عمل ہے ہماری پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہم قرآن پاک کے معانی اور مفاہیم کو سمجھ کر پڑھیں کیونکہ قرآنِ پاک نیک اعمال کو کرنے کی نصیحت اور برے اعمال سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی صلہ رحمی کرنے، رشتے داروں اور دوسروں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ ہمیں صلہ رحمی کو اپناتے ہوئے بغض، چغل خوری اور لوگوں کی عیب گوئی کرنے سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اچھائی کی تلاش:

"اے عزیز بیٹا! اگر اچھائی کے طلبگار ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ اس کی اصل جگہ تلاش کرو۔ اس لئے کہ اچھائی کی بھی جگہ ہوتی ہے اور اس کی کوئی اصل اور جڑ ہوتی ہے اور اصل کی شاخیں ہوتی ہیں اور ان شاخوں کے ساتھ پھل ہوتے ہیں اور پھل

اس وقت تک اچھا نہیں ہو گا جب تک کہ اس کی جڑ نہ ہو اور جڑ اسی وقت مضبوط ہوتی ہے جب زمین عمدہ اور مناسب ہو"۔

شریعتِ مطہرہ میں دوسروں کے ساتھ اچھائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ نیکی اور گناہ برابر نہیں ہو سکتے بلکہ نیکی خیر ہے اور گناہ شر اور خیر و شر برابر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیئے کہ دنیا اور آخرت کی بہتری کے لئے زندگی کے ہر معاملے میں اچھے پہلو پر نظر رکھیں۔

فاسق و فاجر کی مثال:

"اے بیٹا! اگر ملاقات کی تمنا ہو تو نیک لوگوں سے ملنا، فاسق و فاجر لوگوں سے نہ ملنا، کیونکہ فاسق و فاجر اس چٹان کی طرح ہوتے ہیں جس سے پانی نہیں بہتا، ایسے درخت کی طرح ہوتے ہیں جو سر سبز و شاداب نہیں ہوتا اور ایسی زمین کی طرح ہوتے ہیں جس پر گھاس نہیں اُگتی"۔[1]

جس طرح اہلِ صدق و اہلِ تقویٰ کی صحبت انسان کی زندگی پر مثبت اثر ڈالتی ہے، اسی طرح برے لوگوں کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرنے سے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مولانا جلالُ الدّین رُومی فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

"نیک لوگوں کی صحبت نیک بنا دیتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت برا بنا دیتی ہے"۔

اسی طرح ہمارے اکابر بھی ہمیشہ علم و حکمت کی تلاش میں رہتے تھے۔ امام شمس الدین ذہبی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی کتاب "سیر اعلام النبلاء" میں رقمطراز ہیں کہ:

ایک روز سیدنا سفیان ثوری (رضی اللہ عنہ)، حضرت سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جب تک آپ مجھے کوئی نصیحت نہیں فرمائیں گے تب تک میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے جب آپ کا یہ ذوق دیکھا تو ارشاد فرمایا: اے سفیان میں آج آپ کو چند فائدہ مند باتیں بتاتا ہوں لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ باتوں سے زیادہ عمل کرنا بہتر ہوتا ہے، باتیں کم کیا کریں اور عمل پر زیادہ زور دیا کریں، تین باتوں کو یاد رکھنا اور ان پر عمل کرنا۔

1-نعمت میں اضافہ:

"اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کسی نعمت سے نواز دے اور تم چاہو کہ یہ نعمت ہمیشہ برقرار رہے تو اس (نعمت) پر زیادہ سے زیادہ زبان و عمل سے شکر ادا کیا کرو"۔

کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ"[2]

"اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا"۔

اگر کوئی بندہ مومن اس کی نعمت کو حاصل کرنے کے بعد اس کا شکر ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اور زیادہ انعام عطا فرمائے گا۔

2-رزق میں برکت:

"اور اگر تمہیں کبھی رزق میں تنگی اور کمی محسوس ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار کرو"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا"[3]

"اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شرائے کا مینہ (موسلا دھار بارش) بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا"۔

---

[1] (حلیۃ الأولیاءِ وطبقات الأصفیاء، ج:2، ص:474)

[2] (ابراہیم:7)

[3] (نوح:10-12)

رزق کی کمی، تنگی اور دشواری میں اعمال کی خرابی کا بہت عمل دخل ہوتا ہے لیکن انسان کو یہ یاد نہیں رہتا کہ اس کے اعمال میں خرابی اور کوتاہی ہے- اس تنگی اور دشواری سے نکلنے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ انسان اپنے برے اعمال پر کثرت سے توبہ و استغفار کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی غلطیوں اور گناہوں کو معاف فرما کر رزق کے دروازے کھول دے-

3-کشادگی کی چابی:

"اے سفیان اگر تمہیں کسی بادشاہ کی طرف سے غم و تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو یا کوئی اور پریشانی لاحق ہو تو کثرت کے ساتھ "لا حول و لا قوة الا باللہ" پڑھا کرو کہ یہ کشادگی کی چابی ہے اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے کیونکہ آپ خود اس کا مشاہدہ کر لو گے کہ یہ کلمہ تمہیں کس طرح ظالم کے ظلم سے محفوظ رکھتا ہے"-

سیدنا سفیان ثوری (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ہاتھ سے حلقہ بناتے ہوئے عرض کیا کہ تین باتیں ہیں اور کیا ہی بہترین باتیں ہیں میں آپ کی ان نصیحتوں کو کبھی فراموش نہیں کروں گا- آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر تم میری ان باتوں پر عمل کرو گے تو ہمیشہ نفع میں رہو گے-[4]

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے مزید چند نصیحت آموز فرامین:

دنیا کو حکمِ ربانی:

اللہ پاک نے دنیا کو حکم فرمایا: اے دنیا! جو میری عبادت کرے تُو اُس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرے تُو اُسے تھکا دے-[5]

رزق میں اَضافہ:

رزق میں اَضافہ کرو صدقہ کر کے اور اپنے اموال کو محفوظ کر لو زکوۃ کے ذریعے اور جو میانہ روی اختیار کرے وہ کبھی بھی تنگ دست نہ ہو گا اور اللہ پاک فضول خرچی کرنے والے کو محروم کر دیتا ہے-[6]

سود حرام:

"اللہ پاک نے اس لئے سود کو حرام کیا ہے کہ تا کہ لوگ بھلائی کرنے سے نہ رک جائیں"-[7]

دین کے معاملے میں لڑائی جھگڑوں سے بچو اس لئے کہ یہ دل کو مصروف رکھتا ہے اور نفاق (یعنی منافقت) پیدا کرتا ہے-[8]

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے صرف علم ہی نہیں بلکہ اخلاق و عبادات اور معاشرت میں بھی امت مسلمہ کی رہنمائی اور امامت فرمائی ہے- آپ کو علم کلام، علم جفر، علم کیمیا اور دیگر سائنسی علوم میں بھی کمال حاصل تھا- علم کیمیاء کے بانی اور مشہور مسلمان سائنس دان جابر بن حیان نے بھی آپ سے علم حاصل کیا- الغرض آپ کا علم، دانش، آگہی، عقل، فلسفہ دادا کی وراثت اور نانا کا ترکہ تھا، جن کے در دولت پر علم و انش دربان بنے دست بستہ مؤدب کھڑے نظر آتے ہیں- اللہ پاک کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ مالک کریم ہمیں آپ کی ان نصیحتوں پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے- آمین!

☆☆☆

[4](سیر اعلام النبلاء، ج:6، ص:366)
[5](حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج:2، ص:473)
[6](ایضاً، ص:474)
[7](ایضاً، ص:473)
[8](ایضاً، ص:477)

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے متصوفانہ افکار

لئیق احمد

علم و فقر کے شہ تاج سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سید الشہداء سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے پڑ پوتے، سیدنا زین العابدین (رضی اللہ عنہ) کے پوتے، سیدنا امام باقر (رضی اللہ عنہ) کے فرزند ہیں- آپ کی ولادت باسعادت شہر سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں سن 80ھ کو ماہِ ربیع النور میں ہوئی- آپ کا اسمِ مبارک جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور ابو اسماعیل اور معروف ترین لقب صادق ہے- آپ کا پدری سلسلہ جہاں حیدر کرار ابو تراب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے وہیں مادری سلسلہ صدیق اکبر حضور سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے منسوب ہے-[1] سیدنا صدیق اکبر کی بابت آپؓ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی قرابت سے نفع عطا فرمائے گا-[2]

شیخ المشائخ امام علیہ الرحمہ کی شخصیت علم ظاہر و باطن میں حجت و مشعلِ راہ اور علوم مصطفوی و مرتضوی کی امین ہے- بدایونی آپ کی شان میں کہتے ہیں:

ہے بزمِ مئے کشاں میر نجف ہے میر میخانہ
مئے عرفاں سے ہے لبریز جامِ جعفرِ صادق

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی شان میں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا فرمان ہے کہ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے-[3] امام اعظم نے حضور سیدنا امام جعفر صادق کی شاگردی بھی اختیار فرمائی اور بلاشبہ اس پر آپ کو افتخار بھی تھا- آپ کے مقام کو سمجھنے کے لئے یہی کافی ہے کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت امام ابو حنیفہ کو سلطان الفقر کا لقب عطا فرمایا ہے اور امام ابو حنیفہ کا فرمان ہے کہ اگر نعمان بن ثابت (امام ابو حنیفہ) کو امام جعفر (رضی اللہ عنہ) کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہو جاتا-[4] اس بات میں کوئی شک، شبہ، جھجھک نہیں کہ سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) میدانِ فقر کے شہسوار ہیں اور فقراء کے سردار ہیں-

حضرت مالک بن انس (رضی اللہ عنہ) بیان فرماتے ہیں کہ:

”آپ جب بھی حدیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیان فرماتے تو پہلے وضو فرمایا کرتے- آپ کی مجلس علم و حکمت کی مجلس ہوا کرتی“-[5]

آپ نے جہاں علوم ظاہریہ کی ترویج کی وہیں علومِ باطنیہ کا دریا بھی آپ کے سینہ اطہر سے پھوٹا جس سے سالکانِ

[1] (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، ص:376)
[2] (التاریخ الکبیر لابی خیثمہ، ج:2، ص:333)
[3] (سیر اعلام النبلاء، ج:6، ص:258)
[4] (عبد الحلیم جندی، حضرت ابو زہرہ، الامام جعفر الصادق، ص:162)
[5] (ترتیب المدارک و تقریب المسالک، ج:2، ص:52)

راہِ حق آج تک مستفیض ہو رہے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے متعلق حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) بیان فرماتے ہیں کہ:

"آپ اپنی عبادتوں کی وجہ سے ریاست سے بالکل الگ تھے۔ جبکہ امام مالک نے فرمایا کہ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو تین امور میں محو پایا۔ اول صلوۃ، دوم صوم اور سوم تلاوتِ قرآن"۔[6]

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے متصوفانہ افکار کے متعلق عاشقِ رسول مولانا عبد الرحمان جامی نے کئی واقعات کی جمع تدوین فرمائی ہے۔ آپ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی وجاہت اور برکتِ اسمِ اعظم کے متعلق واقعہ بیان فرماتے ہیں:

"ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے اور منصور کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا، اس نے دیکھا کہ حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؟ دربان بولا: خدا کی قسم میں نے حضرت جعفر (رضی اللہ عنہ) کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے"۔[7]

دنیا و مافیہا کی محبت اگر دل میں بس جائے تو آنکھوں کے سامنے حجاب آجاتے ہیں اور انسان اپنے اصل سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم (ﷺ) نے بھی دنیا کو پسند نہ فرمایا اور ایسی صحبت سے بھی اجتناب کا حکم دیا جس نے محض ظاہر کو ترجیح دی۔ امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) صحبتِ صالح اور صحبتِ طالح کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"جو بُرے آدمی کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے وہ خود بھی برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے، جو بری جگہوں پر آتا جاتا ہے وہ لوگوں میں بدنام ہو جاتا ہے اور جو اپنی زبان پر قابو نہیں پاتا وہ شرمندگی کا سامنا کرتا ہے"۔[8]

مولانا جامی نے اپنی تصنیف میں امام جعفر (رضی اللہ عنہ) اور منصور سے منسوب ایک اور واقعہ درج فرمایا ہے:

"منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ اس نے جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ جونہی جعفر بن محمد (رضی اللہ عنہ) آئے، میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا تم اُسے شہید کر دینا۔ پھر حضرت جعفر صادق کو بلایا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتا نہ چلا لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے محلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا وہ ان سے اس طرح باہر نکلا جیسے ایک کشتی سمندر کی تند و تیز لہروں سے باہر آتی ہے۔ اس کا عجیب حلیہ تھا، وہ لرزہ بر اندام، برہنہ سر اور برہنہ پا حضرت جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا، اے ابن رسول اللہ (ﷺ) آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تو نے بلایا اور میں آگیا۔ پھر کہنے لگا کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں، آپ نے فرمایا، مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلایا نہ کرو میں جس وقت خود چاہوں آجایا کروں گا۔ آپ اُٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو منصور نے اسی وقت جامہائے خواب طلب کیا اور رات گئے تک سوتا رہا یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہو

[6](صفوۃ الصفوۃ، ج:2، ص:94)

[7](شواہد النبوۃ از مولانا عبد الرحمن جامی، ترجمہ بشیر احمد ناظم، ص:229-330)

[8](طبقات الصوفیۃ للمناوی 1/252، وأسعاف الراغبین للصبان ص:228)

گئی، بیدار ہوا تو نماز ادا کر کے مجھے بلایا اور کہا جس وقت میں نے جعفر بن محمد (رضی اللہ عنہ) کو بلایا تو میں نے ایک اژدہا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصّہ زمین پر تھا اور دُوسرا حصّہ میرے محل پر- وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم سے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کو کوئی گزند پہنچی تو تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا- اس لئے میری طبیعت غیر ہوگئی جو تم نے دیکھ ہی لی ہے- میں نے کہا یہ جادو یا سحر نہیں ہے یہ تو اس اسم اعظم کی خاصیت ہے جو حضور علیہ السّلام پر نازل ہوا تھا- چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا"-[9]

تصوف میں مقامِ خوف ور جا پر کافی مباحث موجود ہیں- بالاختصار یہ حکم ہے کہ سالک کو خوف اور امید کے درمیان رہنا چاہئے کہ اتنا خوف نہ ہو کہ مایوسی پیدا ہونے لگے اور اتنی امید نہ بڑھے کہ بے خوفی غالب آجائے- اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے ہمیشہ امید رکھنے اور مایوسی سے اجتناب کرنے کے متعلق امام جعفر (رضی اللہ عنہ) کی نسبت ایک واقعہ نقل ہے:

"ایک تاجر جس کو آپؒ سے بہت لگاؤ تھا اور وہ مالی لحاظ سے بھی بہت خوشحال تھا، آپؒ کے پاس اکثر آتا جاتا رہتا تھا- ایک دفعہ وہ کچھ مدت گزرنے کے بعد آیا اور بہت پریشان تھا، اس کے مالی حالات یکسر تبدیل ہوگئے تھے- اس نے اپنی اس زبوں حالی اور تنگدستی کی شکایت کی تو آپؒ نے دو اشعار فرما کر اسے نصیحت کی:

فَلَا تَجزَّعْ وَ اِنْ اَعسَرتَ یوما
فقد أیسَرتَ بِالزَّمَنْ الطویل
ولا تیأَس فَاِنَّ الیَاس کَفرٌ
لَعَلَّ اللّٰہَ یُغْنِی عن قلیل

"گھبراؤ نہیں، اگر آج تم غریب ہوگئے ہو تو ایک عرصہ دراز تک امیر بھی رہے ہو اور اللہ کی رحمت سے مایوسی میں نہ پڑو کیونکہ اس کی رحمت سے نا امیدی کفر ہے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ہی پھر تمہیں مالدار کر دے"-[10]

امام جعفر (رضی اللہ عنہ) کی بصیرت کے متعلق امام جامی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا:

"جناب ابُو بصیرؒ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منوّرہ گیا دیکھا کہ بہت سے حضرات امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی زیارت کے لیے اُن کے مکان پر جارہے ہیں- میں بھی اُن کے ہمراہ ہو لیا، جب امام جعفر (رضی اللہ عنہ) کے دولت کدہ پر حاضر ہُوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی آپؒ نے فرمایا: اے بصیرؒ تمہیں شاید پتا نہیں کہ پیغمبروں اور اُن کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آتے- میں نے کہا: اے ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، میں نے احباب کو آپؒ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہُوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے اس لیے میں آگیا- یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آگیا"-[11]

عطائے خداوندی سے فیضانِ فقر کا عالم یہ تھا کہ جہاں امام جعفر (رضی اللہ عنہ) مستجاب الدعوات تھے وہیں نگاہِ حیدری اور قم باذن اللہ کا اثر خوب غالب تھا- ایک راوی کا بیان ہے کہ:

"ایک دن وہ مکہ معظمہ میں حضرت جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی معیّت میں جارہا تھا کہ ایک ایسی عورت کے پاس سے

[9] (شواہد النبوۃ از مولانا عبد الرحمن جامی، ترجمہ بشیر احمد ناظم، ص:330-331)

[10] (الفصول المھمہ فی معرفۃ احوال الائمۃ؛ ص:217)

[11] (شواہد النبوۃ از مولانا عبد الرحمن جامی، ترجمہ بشیر احمد ناظم، ص:332)

گزرنے کا اتفاق ہُوا جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہُوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچّوں کے ساتھ گریہ و زاری میں مصروف تھی- امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ خداوند تعالیٰ گائے کو زندہ کر دے، وُہ بولی: آپ مذاق کیوں کرتے ہیں، میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہُوں- آپ نے فرمایا: میں مذاق نہیں کرتا- بعد ازاں آپؓ نے دعا فرمائی، گائے کے سر اور پاؤں کو چُھوا، پھر اُسے بُلایا تو وہ جلدی سے اُٹھ کھڑی ہُوئی- بعد ازاں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) لوگوں میں مل جُل گئے اور وُہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی"-[12]

سلوکِ تصوف میں بارہا صوفیاء کرام نے قرآن مجید کا ایک واقعہ بکثرت بیان فرمایا ہے جس میں سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) اور چار پرندوں کا ذکر ہے[13] جس سے دنیا اور نفسانی خواہشات کے متعلق اہم سبق دیا جاتا ہے- اسی واقعہ کی نسبت سے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے متعلق ایک راوی کہتا ہے کہ:

"ایک دن مَیں بہت سے آدمیوں کے ساتھ امام جعفر (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر تھا- آپؓ نے فرمایا: جب خداوند نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو "خُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ" کا حکم فرمایا تھا تو کیا وُہ پرندے ہم جنس تھے یا ایک دُوسرے سے مختلف؟ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں ویسا ہی کر کے دکھاؤں؟ ہم نے کہا: ہاں- آپ نے فرمایا: اے مور! ادھر آجاؤ- اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا- پھر کہا: اے کوّے ادھر آؤ، فوراً ایک کوّا آگیا- پھر کہا: اے باز ادھر آؤ، اُسی وقت ایک باز حاضر ہو گیا- پھر فرمایا: اے کبوتر ادھر آؤ، فوراً ایک کبوتر آگیا- چاروں پرندے آگئے تو آپ نے فرمایا: اُن کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، اور ایک کا گوشت دوسرے میں ملا دو- لیکن ہر ایک کے سر کو محفوظ رکھو- اس کے بعد آپ نے مور کے سر کو پکڑ کر کہا: اے مور! ہم نے دیکھا کہ اس کی ہڈیاں، سر اور گوشت اس کے سر کے ساتھ مل گئے اور وہ ایک صحیح و سالم مور بن گیا- اسی طرح دوسرے پرندوں کے ساتھ معاملہ کیا وہ بھی زندہ ہو گئے"-[14]

تصوف اور سخاوت کا آپس تعلق بعین ایسے ہی ہے جیسے جسم اور روح کا- صوفی سخی ہوتا ہے نہ کہ بخیل اور امام پاک تو اس عظیم خانوادے سے ہیں جہاں رحمۃ اللعالمین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے قاسم اور سخیِ اعظم تھے- مولا علی پاک کرم اللہ وجہہ الکریم معروف بہ لقب السخی العربی (عربوں کا سخی آدمی) تھے اور حضور سیدنا امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) اہلِ مدینہ کے سو گھرانوں کے خفیہ کفیل تھے- سخاوت کا یہ عالم امام پاک میں بھی اسی قدر تھا کہ رات کی تاریکی میں اپنے پیٹھ پر بوری لادتے جس میں درہم اور کھانے پینے کا سامان ہوتا اور جا کر اہل مدینہ کے حاجت مند لوگوں کو دے آتے اور کسی کو پتا بھی نہ چلتا- جب آپؓ کا انتقال ہوا اور ان حاجت مند لوگوں کے پاس سامان آنا بند ہو گیا تو اس وقت آپ کا یہ راز لوگوں پر ظاہر ہوا-[15]

راہِ تصوف میں صبر و شکر کرنے پر کافی زور دیا جاتا ہے اور مشائے ایزدی پر راضی رہنے کا بھی مصمم حکم وارد ہے- اس متعلق سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا ایک واقعہ منقول ہے:

"آپؓ کے سامنے آپؓ کے چھوٹے صاحبزادے کے گلے میں کوئی چیز اٹکی اور وہ اسی وقت اس دنیا سے رخصت ہو گئے- اس اچانک اور دل ہلا دینے والے صدمے سے آپؓ کی انکھوں سے آنسو تو جاری ہوئے لیکن آپ نے اس وقت میں بھی اللہ کی دوسری نعمتوں کو یاد رکھا اور فرمایا اگر ایک طرف مجھ سے کسی چیز (یعنی اس بیٹے) کو لے لیا گیا ہے تو دوسری طرف کتنی ساری چیزیں میرے پاس باقی بھی تو چھوڑ دی گئی ہیں اور اگر ایک شے کے ذریعے مجھے آزمائش میں ڈالا بھی گیا ہے تو دوسری جانب کتنی ہی چیزوں میں مجھے راحت بھی تو دے رکھی ہے- تدفین کے وقت آپ نے اللہ تعالیٰ کی

[12] (ایضاً، ص:333)

[13] (البقرۃ:260)

[14] (شواہد النبوۃ از مولانا عبد الرحمن جامی، ترجمہ بشیر احمد ناظم، ص:335)

[15] (علماء اھل البیت فی عصر التابعین، ص:384)

حمد و ثنا بیان فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جو ہماری اولادیں واپس بلا لیتی ہے، اس ذات کی محبت اور بڑھ جاتی ہے اور تدفین مکمل ہو جانے کے بعد فرمایا ہم اللہ سے اپنے پیاروں کے بارے میں اپنی پسندیدہ چیز مانگتے ہیں اور وہ ہماری دعائیں قبول فرما کر وہ چیز عطا فرماتا ہے اور اگر وہ ہماری پسند کے خلاف فیصلہ فرما دیتا ہے تو ہم اس پر دل و جان سے راضی ہوتے ہیں"۔[16]

آپ کی طبیعت میں عاجزی و انکساری تھی اور آپ اپنی ذات کے لئے "مَیں" کا لفظ پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک روایت میں درج ہے:

"آپؓ نے کسی قبیلہ کے ایک شخص سے پوچھا اس قبیلہ کا سردار کون ہے؟ اس نے کہا: مَیں۔ آپؓ نے فرمایا: اگر میں اس قبیلہ کا سردار ہوتا تو میں یہ لفظ (میں) کبھی نہ کہتا"۔[17]

تکبر اور انا کے متعلق آپؓ کا فرمان مبارک ہے:

"اللہ تعالیٰ چھ کو چھ کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔ حکمرانوں کو ظلم کی وجہ سے، عربوں کو عصبیت کی وجہ سے، زمینداروں کو تکبر کی وجہ سے، تاجروں کو خیانت کی وجہ سے، دیہات والوں کو دین سے ناواقفیت کی وجہ اور علماء کو حسد کی وجہ سے"۔[18]

آپؓ نے جہاں ظاہر کو شریعت مطہرہ سے سنوارنے کا حکم فرمایا وہیں باطن کی پاکیزگی کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ جب انسان کا اندر یعنی باطن درست ہو جاتا ہے تو ظاہر طاقتور ہو جاتا ہے۔[19] بلکہ معرفتِ الٰہی کے حصول کی اہمیت کے متعلق آپؓ کا ایک واقعہ منقول ہے:

"کسی نے آپؓ سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں مگر ہماری دعا قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا: کیونکہ جس سے تم دعا کرتے ہو اُسے تم پہچانتے ہی نہیں"۔[20]

سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے صوفیاء کرام (رحمۃ اللہ علیہم) نے فیض پایا اور آپ کی ہستی پاک سے اولیاء اتقیاء صوفیاء و علماء نے فیضان پایا۔ آپؓ نے 68 برس کی عمر پائی اور مدینہ پاک میں بروز سوموار بمطابق 15 رجب 148ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کو جنت البقیع میں اپنے والد و دادا بزرگوار اور نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) خلیفۃ الاسلام حضور سیدنا امام حسن (رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں دفن فرمایا گیا۔[21]

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی محبت اور ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے ظاہر اور باطن کو سنوار کر دین و دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

[16] (گلدستہ اہل بیت، امام جعفر صادق، ص:470)

[17] (الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ج:1، ص:23)

[18] (نشر الدر فی المحاضرات، ج:1، ص:258)

[19] (ایضاً، ص:245)

[20] (گلدستہ اہل بیت، امام جعفر صادق، ص:475)

[21] (ایضاً، ص:471)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فلسفۂ حیات و سماج

وسیم فارابی
شعبہ فلسفہ، جی سی یونیورسٹی لاہور

ابتدائیہ:

زندگی کا فلسفہ اور سماجی ارتقا دونوں کا تعلق ایک سوال سے ہے جو کہ انسانی تاریخ کا سب سے اہم اور بڑا سوال ہے- کیا انسان کی زندگی کا کوئی مقصد ہے یا نہیں؟ اگر زندگی کا کوئی مقصد ہے تو اسے پورا کرنے کیلئے انسان کو یہاں رہ کر بھرپور محنت کرنی ہے تاکہ اس کی زندگی کا مقصد پورا ہو جائے- اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کی جانے والی محنت کے نتیجے میں زندگی گزارنے کا ایک مکمل نظام سامنے آتا ہے جس کی کئی جہتیں ہیں جس میں معیشت، سیاست، تعلیم وغیرہ شامل ہیں- انہی نظاموں اور ان کے طور طریقوں میں درجہ بدرجہ تبدیلی کے نتیجے میں ایک نیا فلسفہ جنم لیتا ہے جسے سماجی ارتقا کا فلسفہ کہتے ہیں- امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) اسلامی تاریخ کی ایک مشہور شخصیت ہیں- اس مضمون میں امام پاک کی تعلیمات میں زندگی اور اس کے سماجی ارتقا کے بارے امام پاک کے نظریات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے-

زندگی کا مقصد:

سماجی ارتقا ایک ایسا معاشرتی مظہر ہے جس کی بنیاد میں ہمیشہ وہی قوانین ہوتے ہیں جو کہ ایک فرد کی زندگی کا مقصد پورا کرنے کیلئے ضروری ہیں یہ مقصد ایک کمپاس کی طرح ہوتا ہے جو کہ معاشرے کے ارتقا کی سمت کا تعین کرتا ہے- جب تک زندگی کا مقصد تبدیل نہ ہو تب تک معاشرے کے زندگی گزارنے کے طریقوں میں وقت کی ضروریات کے مطابق آہستہ آہستہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے- اگر کسی معاشرے کا زندگی کا مقصد ہی تبدیل ہو جائے تو اس معاشرے کے زندگی گزارنے کے طریقوں میں ایک انقلاب آجاتا ہے جیسا کہ مغربی معاشرے میں پچھلی چند صدیوں میں ایسے کئی انقلابات دیکھے جا چکے ہیں- چونکہ امام پاک کا دور اسلام کے شروعات کے ادوار میں سے ہے اس لیے ہمیں آپ کے دور میں اسلامی تعلیمات میں ایک پختگی نظر آتی ہے جس کا اظہار آپ کی تعلیمات سے مزید واضح ہو جاتا ہے کہ امام پاک بامقصد زندگی کو ہی زندگی مانتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ انسان یہاں اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنا وقت مفید اور با مقصد کاموں میں خرچ کرے-

آپ کی تعلیمات کا تعلق اسلامی روایت سے ہے تو اس لیے آپ کی تعلیمات کے مطابق انسان کی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے اور انسان کی کامیابی کا انحصار بھی اس مقصد کے پورا ہونے پر ہے- یہ مقصد اس جہان میں رہ کر اللہ کے دیئے ہوئے قوانین کے مطابق زندگی گزار کر اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہے- اس لیے آپؓ فرماتے ہیں:

”اللہ نے تمہیں اپنا بندہ بنایا ہے اور تمہیں حکم دیا کہ اپنے دل، اپنی زبان اور اپنے اعضا سے اس کی عبادت کرو اور اس کی بندگی کا احساس کرو کیونکہ اس کی تم پر حاکمیت ہے- جان لو کہ مخلوقات کی پیشانیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں“-[1]

[1]Lantern of the path: p64

علمی پہلو:

امام پاک کے تمام نظریات میں سے نظریہ علم مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور آپ کی شہرت کی کئی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ آپ کا علمی مقام اور علمی خدمات ہیں- آپؒ کی علمی وسعت اور کوششوں کے نتیجے میں اسلامی فقہ کے تمام مذاہب وجود میں آئے کیونکہ سنی فقہی مذاہب کی بنیاد رکھنے والے دو اہم امام یعنی امام ابو حنیفہ اور امام مالک آپ کے شاگرد تھے- اس کے علاوہ آپؒ کیمیا کے علم کے بھی ماہر تھے اور کیمیا کے علم کا بانی، جابر بن حیان، آپ کا شاگرد تھا- آپؒ علم حاصل کرنے کے دو اہم مقاصد بیان کرتے ہیں جس میں سے ایک کا تعلق اللہ کے ساتھ جبکہ دوسرے کا تعلق معاشرے کے ساتھ ہے- آپؒ فرماتے ہیں:

”علم ہی ہر اعلیٰ مقام اور مرتبے کی بنیاد ہے- اسی لیے حضور نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے- یہاں علم سے مراد تقویٰ اور یقین کا علم حاصل کرنا ہے“-[2]

”حضرت علی کا قول ہے کہ علم حاصل کرو چاہے اس کیلئے چین کیوں نہ جانا پڑے، یعنی اپنی ذات کا علم حاصل کرو کیونکہ اسی میں خدا کا علم چھپا ہوا ہے“-[3]

”اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے علم کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے اور علم اس جہان میں انسان کی زینت اور اگلے جہان میں جنت کی ضمانت ہے اور علم ہی سے انسان اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے“-[4]

مگر آپؒ زبانی کلامی علم کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ علم کی اہمیت کی بنیاد عمل پر رکھتے ہیں- آپؒ فرماتے ہیں:

”جان لو کہ علم کی تھوڑی مقدار کے لیے بہت زیادہ عمل درکار ہوتا ہے، کیونکہ قیامت کا علم ایسا علم رکھنے والے شخص سے اپنی پوری زندگی میں اس کے مطابق عمل کرنے کا تقاضا کرتا ہے“-[5]

اسی طرح آپؒ علم کے معاشرتی پہلو کو انسان کے اخلاق کے ساتھ جوڑتے ہیں اور ایک عالم کی لازمی خصوصیات یوں بیان کرتے ہیں:

”علم رکھنے والے شخص کو لازم ہے کہ وہ عقلمند، مہربان، ہمدرد، صابر، اچھی نصیحت کرنے والا اور سخی ہو“-[6]

”سچا عالم وہ ہے جس کا درست عمل، خالص دعائیں، سچائی اور تقویٰ بولتا ہو نا کہ وہ جس کی صرف زبان، بحثیں، موازنے اور دعوے بولتے ہوں“-[7]

روحانی پہلو:

جہاں امام پاک کی علمی و فکری تعلیمات سے لوگ فیض یاب ہو رہے تھے وہیں آپؒ کی روحانی تعلیمات کا چرچہ بھی بہت بلند تھا جس کا اعتراف امام ابو حنیفہ یوں کرتے ہیں:

”اگر میں دو سال امام جعفر صادق کی صحبت میں رہ کر معرفت کی تعلیم حاصل نہ کرتا تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتا“-[8]

امام پاک انسان کو روح اور جسم کا مرکب مانتے ہیں اور روح کی بیداری اور نفس کی پاکیزگی کو اللہ کی معرفت کیلئے لازمی قرار دیتے ہیں- امام پاک فرماتے ہیں:

”کرامت والا وہ ہے جو اپنی ذات کے لیے نفس کو سرکشی سے روکے رکھے کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا سبب ہے“-[9]

اسی طرح آپؒ اللہ کی معرفت اور اور بندے کے ساتھ اس کے روحانی قرب کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

”اللہ کی معرفت جڑ ہے اور ایمان اس کی شاخ ہے“-[10]

”اللہ تعالیٰ اپنے بندے میں اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جتنا کہ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگتی ہے“-[11]

آپؒ الہام کے بھی قائل تھے اور اس کار د کرنے والوں کے بارے میں یوں فرماتے تھے:

---

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً

[5] ایضاً

[6] Lantern of the path: p6

[7] ایضاً

[8] (مختصر التحفة الاثنی عشریة، ص:8، مطبعه سلفیه، قاهره)

[9] تذکرۃ الاولیاء، ص:10

[10] Lantern of the path: p129

[11] ایضاً

"(اللہ تعالیٰ کے ہاں) مقبولیت کے اوصاف میں سے ایک وصف الہام بھی ہے جو لوگ دلائل سے الہام کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں وہ بد دین ہیں"۔[12]

ایک عارف کے اوصاف بیان کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں:

"ایک عارف بظاہر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اس کا دل اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اگر اس کا دل پلک جھپکنے کے وقت کیلئے تک بھی اللہ کو بھول جائے تو وہ اس کی تڑپ میں مر جائے گا"۔[13]

سیاسی پہلو:

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ کربلا کے سانحہ میں جو حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) اور ان کے اہل و اعیال کے ساتھ ہوا وہ انتہا درجے کا ظلم تھا۔ مگر یہ ظلم صرف کربلا تک نہیں رہا بلکہ اس سانحے کے بعد بھی اموی بادشاہوں نے سادات کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں رکھا کیونکہ ان کو سادات کی سیاسی طاقت کا خوف ہر وقت رہتا تھا۔ اسی لیے اُموی بادشاہ اپنی پوری کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح سادات کو دبایا جائے اور اس کیلئے ان کا ہتھیار ظلم و جبر ہی تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے امام زین العابدین (رضی اللہ عنہ) نے حکومتی سیاسی معاملات سے کنارہ کشی اختیار کر لی تاکہ مسلمانوں میں فتنہ و فساد پیدا نہ ہو۔ آپؒ نے تعلیم و تلقین کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا۔ لیکن آپؒ نے اپنے ارد گرد بیٹھنے والے لوگوں کو ہمیشہ حکومتی مظالم کی مخالفت کی تعلیم دی اور ان میں خودداری و انصاف پسندی کا جذبہ پیدا کیا۔ اور یہی وہ روایت ہے جس پر ہمیں امام پاک کاربند نظر آتے ہیں۔ امام پاک نے تو اپنے عقیدت مندوں کو کئی معاملات میں عدم تعاون کی نصیحت کر رکھی تھی کیونکہ آپ کے نزدیک ظالم کا ساتھ دینا اس کے ظلم میں شریک ہونے کے برابر ہے۔[14]

امام پاک کی زندگی کے حالات کو پڑھنے کے بعد جو سیاسی فلسفہ سامنے آتا ہے اس کے مطابق انسان کو حالات کے تقاضوں کے مطابق سیاسی فیصلے کرنے چاہیے۔ جن سیاسی اقدام سے لوگوں میں انتشار اور فتنے کا خطرہ ہو ان سے اجتناب کرنی چاہیے۔ ایسے حالات میں بعض دفعہ امام پاک کے پاس کچھ انقلابی بھی آتے تھے کہ وہ امام پاک کے ساتھ مل کر حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ تو امام پاک ان کی باتوں کو غور سے سنتے تھے اور ان کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات کا بغور جائزہ لیتے تھے۔ مگر ہر بار آپ کو یہی علم ہوا کہ یہ لوگ سادات کا نام استعمال کر کے اپنے سیاسی مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے امام پاک خود بھی ایسے کام سے دور رہتے تھے اور اپنے لوگوں کو بھی اس سے الگ رکھتے تھے۔[15] اس سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملتا ہے کہ سیاسی معاملات میں جوش کی بجائے ہوش اور بصیرت سے کام لینا چاہیے۔

امام پاک نے ان پر فتن سیاسی حالات میں رہ کر بھی اپنی علمی و تحقیقی کوششوں کو جاری رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کوششوں سے انہوں نے اسلام کی علمی بنیادوں کو اتنا مضبوط کر دیا کہ آنے والے وقت میں اسلامی ریاست کے سیاسی و قانونی نظام کو تیار کرنے کیلئے جتنی بھی کوششیں کی گئیں ان کی بنیاد میں امام پاک اور ان کے شاگردوں کے علمی کارنامے تھے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کسی قوم کے سیاسی حالات جیسے بھی ہوں اسے اپنے لوگوں کیلئے علم و تحقیق کا میدان ہمیشہ کھول کر رکھنا چاہئے اور ان حالات میں ایسے قابل لوگ پیدا کرنے چاہئیں جو آنے والے وقت میں قوم کا نظم و نسق سنبھال سکیں ورگرنہ اس قوم میں ایسے لوگ بھی باقی نہیں رہیں گے جو مستقبل میں قوم کی قیادت کر سکیں۔

معاشی پہلو:

معاشی پہلو زندگی کے تمام سماجی پہلوؤں سے زیادہ اہم ہے کیونکہ جب تک ایک انسان معاشی طور پر مضبوط نہیں ہوتا تب تک وہ زندگی کے دیگر معاملات کو بھی بہتر طریقے سے انجام نہیں دے سکتا۔ امام پاک نے جہاں لوگوں کو دین

[12] تذکرۃ الاولیاء: ص:10
[13] Lantern of the path: p130
[14] امام جعفر صادق اور مذاہبِ اربعہ: ص:375
[15] ایضاً، ص:360

کی تبلیغ کی وہیں انہوں نے دنیاوی معاملات پر بھی بھرپور زور دیا اور امام پاک خود بھی زراعت کے پیشے سے وابستہ تھے- آپ کے معاشی فلسفے کو درج ذیل واقعات کی مدد سے سمجھا جا سکتا ہے-

"ایک دن آپؑ نے ایک صحابی کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ حج کے لیے کیوں نہیں گئے تو لوگوں نے عرض کی کہ اس نے تجارت چھوڑ دی ہے اب سرمایہ کم ہو گیا ہے- یہ سننا تھا کہ آپ سنبھل کر بیٹھ گئے فرمایا تجارت کو مت چھوڑو ورنہ بیکار ہو جاؤ گے تجارت کرو اسی میں برکت ہے"-[16]

ایک شخص نے امام جعفر صادق سے عرض کی کہ حضور بازار چھوڑنا چاہتا ہوں تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے نتیجے میں تمہاری رائے کا وزن کم ہو جائے گا اور تم سے کسی بات میں مدد نہ لی جائے گی"-[17]

امام پاک جہاں معاشی بہتری کی تعلیم دیا کرتے تھے وہیں آپؑ حرص اور فضول خرچی کی بھی نفی کرتے تھے اور میانہ روی کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے- آپؑ فرماتے تھے:

"دیکھو طلب معیشت کو بے کار آدمی سے زیادہ اور دنیا کے حریص آدمی سے کم ہونا چاہیے- اپنے نفس کو حرص سے محنت کی منزل میں لے آؤ اور ضعف و سستی سے بلند بالا بناؤ- اتنا حاصل کرو جتنا ایک مومن کے لیے ضروری ہوتا ہے"-[18]

"فضول خرچی سے غربت پیدا ہوتی ہے اور میانہ روی سے مالداری وجود میں آتی ہے"-[19]

سماجی پہلو:

اسلام کے ابتدائی دور سے ہی زہد، تصوف اور درویشی کو ظاہری لباس سے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے- عوام کی نگاہ میں نیک اور اچھا اسے ہی سمجھا جاتا ہے جس کے کپڑے بالکل سادہ یا پیوند لگے ہوئے ہوں اور زندگی کے عیش و عشرت کے سامان مثلاً اچھی سواری، لذیذ و عمدہ کھانے وغیرہ سے تو اس کا کوئی تعلق ہونا ہی نہیں چاہیے- ان معیارات کی اسلامی تعلیمات میں کوئی گنجائش نہیں ہے- جبکہ ایک عمدہ زندگی گزارنے کیلئے انسان کو سجنے سنورنے اور دنیاوی چیزوں سے لطف اندوز ہونے کا باقاعدہ حکم دیا گیا ہے-[20]

اسی لیے آپ انتہائی خوش لباس تھے اور اکثر ایسے لباس استعمال کرتے تھے جو کہ لوگوں کو حیران کر دیا کرتے تھے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی آل ہو کر بھی آپؑ ایسے شاہانہ لباس کا استعمال فرماتے ہیں-

لیکن امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) یہاں بھی اپنی اسلامی روایت اور اقدار کو بالکل نہیں بھولتے اور ظاہری لباس کی عمدگی کے ساتھ ساتھ تقویٰ کے لباس کی بھی نصیحت کرتے ہیں:

"ظاہری لباس بنی آدم کی حیا کو برقرار رکھنے کیلئے خدا کی طرف سے ایک نعمت ہے- یہ عزت کا نشان ہے جو اللہ نے آدم کی اولاد کو دی ہے- یہ عزت کسی اور مخلوق کو نہیں دی گئی- یہ مومنین کو اس لیے دی گئی ہے تاکہ وہ ان کا استعمال کر کے خدا کے فرائض پورے کریں- تمہارے بہترین لباس وہ ہیں جو تمہیں خدا سے دور نہیں کرتے ہیں درحقیقت وہ لباس جو تمہیں اس کی یاد، شکر گزاری اور فرمانبرداری کے قریب لاتے ہیں- ایسے لباس جو تمہیں تکبر، دکھاوا اور گھمنڈ کی طرف راغب نہیں کرتے"-[21]

اسی طرح امام پاک لوگوں کو ان کے اہل و اعیال کی فکر کرنے کی سختی سے ہدایت کرتے تھے- آپ فرماتے تھے:

"دوسروں کے سر اپنا بوجھ ڈالنے والا ملعون ہوتا ہے اپنے عیال سے غافل ہونے والا بھی ملعون ہوتا ہے"-[22]

"آپؑ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی نسبت سے فرماتے تھے کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنا اولاد و اطفال کیلئے رزق

[16] ایضاً، ص:368

[17] ایضاً

[18] ایضاً

[19] ایضاً

[20] الاعراف:26، 31

[21] The Lantern of the path, p20

[22] امام جعفر صادق اور مذاہب اربعہ: ص:369

کی طلب کی کوشش سے زیادہ اہم نہیں ہے- معاش کے لیے نکلنے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے- حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا عام دستور تھا کہ کسی شخص کو بھی دیکھ کر اس کے کام کے بارے میں سوال کرتے تھے اور اگر اس نے اپنی بیکاری کا اظہار کر دیا تو وہ آپ کی نظروں سے گر جاتا تھا- اسی لیے امام پاک (رضی اللہ عنہ) نے حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ اگر تجارت چھوڑ دو گے تو لوگوں کی نظروں سے بھی گر جاؤ گے"-[23]

اخلاقی پہلو:

انسان کا اخلاق اس کی تربیت کے اثر اور اس کی تعلیم کے ثمر کی نشانی ہوتا ہے- ایک انسان بظاہر جتنا تعلیم یافتہ ہو اگر اس کا اخلاق اچھا نہیں ہے تو اسے معاشرے میں وہ مقام نہیں مل سکے گا جو اس کے علم کا تقاضا ہے- اس لیے امام پاک اخلاقی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا کرتے تھے تاکہ لوگ معاشرے کیلئے رحمت بن جائیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں- آپؓ فرماتے ہیں:

"انسان کی بنیاد چند خصلتوں پر رکھی گئی ہے وہ انہیں پر ہوتا ہے جن پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے لیکن کبھی جھوٹ اور خیانت پر اس کی بنیاد نہیں رکھی گئی"-[24]

"بدعنوانی (کرپشن) کی بنیادی وجہ اس دنیا سے محبت، مال جمع کرنا، نفس کی پیروی کرنا اور اس کی بھوک کو مزید بڑھانا، اپنی تعریف پسند کرنا، شیطان سے اتفاق کرنا اور اس کے نقش قدم پر چلنا ہے اور ان تمام عیبوں کا منبع اللہ کی طرف توجہ نہ دینا اور اسے بھول جانا ہے"-[25]

"مغرور آدمی کے ساتھ سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ اس سے وہ چیز چھین لی جاتی ہے جس پر اسے غرور ہوتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ وہ کتنا حقیر اور نااہل ہے اور اس پر وہ خود اپنے خلاف گواہ ہو گا جو کہ اس کے خلاف ایک مضبوط دلیل ہو گی اور یہی حال ابلیس کا ہوا تھا"-[26]

"اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا، اللہ کی اپنے بندے پر بے پناہ مہربانی کی نشانی ہے- جو شخص اللہ کے ساتھ مخلص اور عاجزی والا ہو گا، وہ لوگوں کے ساتھ زیادہ اچھا سلوک کرے گا"-[27]

اختتامیہ:

امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا فلسفہ زندگی کی تمام جہتوں پر مکمل اور گہری نظر رکھتا ہے- آپؓ نے زندگی کے تقریباً ہر شعبے پر بہت توجہ دی ہے تاکہ ہر طرح کا انسان آپ کے فلسفے سے کچھ سیکھ کر اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا سکے- آپ کے نظریات سے ہمیں یہ سیکھنے کو ملتا ہے کہ انسان کو اپنی دینی اور دنیاوی دونوں ضروریات کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے اور بالخصوص معاشی و علمی ضروریات جو کہ آج کے دور میں بہت زیادہ اہم ہو گئی ہیں- امام پاک کے اقوال سے بھی یہ ظاہر ہے کہ اگر آپ معاشی طور پر مضبوط نہیں ہوں گے تو آپ علمی و مذہبی طور پر بھی زیادہ کارگر ثابت نہیں ہو سکتے- آپ کے مذہبی خیالات بس ثواب کی حد تک محدود رہ جائیں گے جن کا دوسرے لوگ کوئی عملی اثر قبول نہیں کریں گے- اگر آپ کو اس جہان میں کامیابی اور قبولیت چاہیے تو اس کیلیے ضروری ہے آپ خود کو معاشی، علمی، فکری، تحقیقی اور سیاسی طور پر مضبوط کریں- جس کی سب سے بڑی مثال بین الاقوامی سیاست کے حالات ہیں کہ جو اقوام معاشی و علمی طور پر مضبوط ہیں دوسری اقوام بھی ان کے نظریات سے اثر قبول کرتی ہیں اور جن کے پاس یہ طاقت نہیں ہے ان کے نظریات کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا چاہے وہ کتنے ہی عمدہ اور مفید کیوں نہ ہوں-

☆☆☆

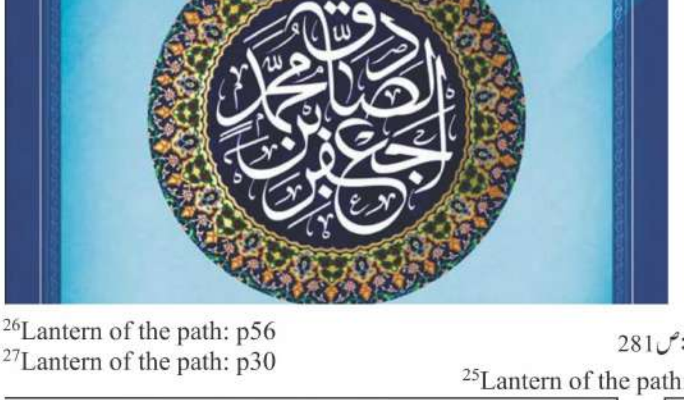

[23] ایضاً

[24] حلیۃ الاولیاء ج:3:ص281

[25] Lantern of the path: p74

[26] Lantern of the path: p56

[27] Lantern of the path: p30

تعارف:

حضرت شیخ عبد القادر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مشہور تصنیفِ لطیف "سر الاسرار" میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا جس سے مراد حقیقت محمدی ہے چونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات علم کو منتقل کرنے کا ذریعہ ہے جیسا کہ قلم عالمِ حروفات میں علم نقل کرنے کا ذریعہ ہے- یعنی کہ تمام علوم (خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی) حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدقے سے انسانیت کو نصیب ہوئے- علم نور و عرفان اور حقیقی مادی و روحانی ترقی و کامرانی کا موجب اس صورت میں بن سکتا ہے جب وہ بارگاہِ نبوی اور گھرانہ نبوی کے فیضانِ مقدسہ کے زیرِ اثر ہو جن کی تقدیس و پاکیزگی کا خود رب العزت شاہد ہے-

بابِ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاری یہ نورِ علم کا بے کراں سمندر حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے پڑپوتے حضرت امام جعفر صادق (بن امام باقر بن امام زین العابدین) میں موجزن نظر آیا- آپؒ مختلف علوم کے سرخیل سمجھے جاتے ہیں جس کی واضح جھلک آپؒ کے ہونہار شاگردوں میں نظر آتی ہے- فارس و عرب کے طول و عرض سے چار ہزار طلباء آپؒ کی درسگاہ سے وابستہ ہوئے-[1] مدینہ منورہ میں قائم آپ (رضی اللہ عنہ) کی درسگاہ میں علمی تنوع اور علم دوستی پائی جاتی تھی- عباسی اور اموی سیاسی اختلافات سے الگ تھلگ آپؒ کی توجہ علم و تحقیق کی جانب مبذول تھی-

قرآن کریم کے مطابق فطرت اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے لبریز ہے اور ان نشانیوں کو عقل و وجدان اور معروضی تحقیق کو بروئے کار لا کر بہتر انداز میں سمجھا جا سکتا ہے- نیتجتاً اسلام کی سائنسی علوم کے حصول میں رغبت ایک فطری امر ہے- جیسے علمِ فقہ کے امامین امام ابو حنیفہ اور امام مالک (رحمۃ اللہ علیہما) آپؒ سے فیض یاب ہوئے- اسی طرح سائنسی علوم کی جید شخصیت جابر بن حیان بھی آپ سے مستفیض ہوئی- آپؒ کے شاگردوں نے حصولِ علم کے بعد مختلف علاقوں میں علم کی شمع جلائی اور نہ صرف دینی علوم میں بلکہ دنیاوی علوم میں بھی خدمات سر انجام دیں- ذیل میں مختلف سائنسی علوم میں سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے-

کیمیا (Chemistry):

کیمیا میں مظاہر اور مقداریں معلوم و معین کرنے میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کا کام انتہائی اہمیت کا حامل ہے- اس سے قبل کیمیا کو جادو اور عجیب و غریب شے سمجھا جاتا تھا چونکہ اشیاء کے وقوع ہونے کے اسباب معلوم نہیں ہوا کرتے تھے-[2] آپؒ نے ہوا کو مختلف عناصر کا مجموعہ قرار دیا جس میں موجود اجزاء حیاتیات کے عملِ تنفس (Respiration) اور اشیاء کے عملِ احتراق (Combustion) میں مدد دیتے ہیں-

---

[1] https://pakobserver.net/imam-jafar-al-sadiq-the-fountain-head-of-knowledge-by-abdul-rasool-syed

[2] العلوم العقلية عند الإمام جعفر الصادق (عليه السلام)، سولاف فيض الله حسن، مجلة دراسات في التاريخ والآثار ؛ عدد77 ، لسنة 2021، ص:582

مشہور کیمیا دان اور ریاضی دان جابر بن حیان جنہیں دنیا بابائے کیمیا(Father of Chemistry) کے نام سے جانتی ہے، آپؑ کے نمایاں شاگرد تھے۔[3] جابر بن حیان نے امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے زیرِ سایہ علم کیمیا پر کئی کتب و رسائل تحریر کیے جن میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے انہیں رہنمائی فراہم کی کہ علم کیمیا میں درجہ بندی کیسے کی جائے، معنی کی وضاحت بہتر طریقے سے کیسے کی جائے، تجربہ کیسے کیا جائے تاکہ نتائج میں سچ اور جھوٹ خلط ملط نہ ہوں اور کس طرح صبر اور جہدِ مسلسل حقائق جاننے میں مدد کرتے ہیں۔[4] جابر بن حیان نے کیمیا پر سینکڑوں کتابیں تحریر کیں۔ مشہور اسلامی مؤرخ ابن خلکان کے مطابق جابر بن حیان کی دو ہزار صفحات پر مشتمل ایک کتاب ہے جس میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے 500 رسائل شامل ہیں۔[5] جابر بن حیان نے کیمیا میں تجرباتی طریقوں کو پروان چڑھایا۔[6] کئی کیمیائی مرکبات سلفیورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ، ہائڈروکلورک ایسڈ، کاسٹک سوڈا، کئی سلفیٹس، نائٹریٹس اور سوڈیم، پوٹاشیم کاربونیٹس دریافت کیے۔ اس کے علاوہ؛

Sublimation, Crystallization, Distillation, Evaporation, and Filtration

جیسے کیمیائی طریقوں کو بہتر انداز میں کرنے کا سہرا بھی آپ ہی کو جاتا ہے۔ آپ نے ایسے صفحات ایجاد کیے جو آگ مزاحم(Fire Resistant) ہوں اور ایسی سیاہی بنائی جس سے رات کو بھی پڑھا جا سکے۔[7] آپ نے قرع انبیق (Distilling Apparatus) بھی ایجاد کیا۔ جابر بن حیان نے ماء الملوک یا آبِ سلطانی(Aqua Regia) تیار کیا جس میں سونا حل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے زنگ سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا۔ جابر بن حیان کے مطابق ہر شے کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے۔[8] آپ نے اشیا میں میزان کا تصور دیا جس کے مطابق حروف کو اعداد اور مزاج (گرم، سرد، خشک، ٹھنڈا) تفویض کیے جاتے ہیں اور عناصر کی مقدار ان کے ناموں میں حروف کے متناسب ہوتی ہے۔[9]

ہشام بن الحکم بھی امام صادق کے شاگرد تھے جنہوں نے رنگ، ذائقہ، اور بو کا ذرات پر مشتمل ہونے کا نظریہ پیش کیا۔[10] محمد یحییٰ الہاشمی نے ایک کتاب "الامام الصادق ملھم الکیمیا" تحریر کی جس میں علم کیمیا میں آپ کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔[11]

طب(Medicine):

دوسری صدی ہجری تک طب میں عملی سے زیادہ نظریاتی عنصر شامل تھا جس میں تفصیل اور تجرباتی جانچ پڑتال کی کمی تھی۔[12] طب کے متعلق امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے متعدد فرمودات ملتے ہیں۔[13] آپؑ نے کھانے کی چیزوں کے فوائد و نقصانات بیان کیے، عمومی بیماریوں کا علاج تجویز کیا اور مختلف روایتی طبی طریقوں کی تائید بھی کی۔ آپؑ نے پھلوں میں سیب، ناشپاتی، انار، انگور، تربوز، کھجور، اخروٹ، کشمش اور

[3] الامام الصادق، محمد ابو زہرہ مصری، ص:101

[4] جعفر بن محمد الامام الصادق علیه السلام، عبدالعزیز سید الاهل، دار الشرق الجدید، بیروت، ص:48

[5] The Imam Jaafar As-Sadik, Ibn Khallikan's Biographical Dictionary, Vol. I, Page No. 300

[6] https://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC6077026

[7] https://muslimheritage.com/the-advent-of-experimental-chemistry

[8] https://www.britannica.com/biography/Abu-Musa-Jabir-ibn-Hayyan

[9] Alchemy in Islam by Karin Ryding; Encyclopaedia of the History of Science, Technology, and Medicine in Non-Western Cultures, Editors (Third Edition): Helaine Selin; Springer; Page No. 182

[10] العلوم العقلية، عدد 77، لسنة 2021، ص:582

[11] الامام الصادق ملهم الكيميا، ڈاکٹر محمد یحییٰ هاشمی؛ مطبع النجاح، بغداد؛ طبع دوم 1950

[12] العلوم العقلية، عدد 77، لسنة 2021، ص:576

[13] طب الامام الصادق، محمد كاظم القزويني؛ منشورات قلم الشرق

زیتون کے فوائد کو بیان کیا-[14] جبکہ سبزیوں، دالوں اور اناج میں پیاز، بینگن، کدو، گاجر، مولی، شلجم، لہسن، سلاد پتہ، سبز پیاز، کلونجی، ہرمل، مسور کی دال، جو اور چاول کے استعمال کے فوائد بیان کیے- اس کے علاوہ مختلف مشروبات پانی، دودھ، سرکہ، شہد اور عرقِ گلاب کے فوائد کا ذکر کیا- گوشت اور حیوانی مصنوعات کی مفید قسموں پر روشنی ڈالی- مختلف بیماریوں کے علاج کے لیے زیرہ، سماق اور شہد تجویز کیا- آپؑ نے جڑی بوٹیوں سے علاج (Herbal Medicine) پر بھی زور دیا- سرمہ اور حجامہ کی اہمیت و افادیت پر بھی بات کی- مختلف جسمانی و روحانی بیماریوں کا علاج تجویز کیا-[15] دسویں صدی عیسوی کے سوانح نگار ابن ندیم کے مطابق آپ کے شاگرد جابر بن حیان نے طب پر سینکڑوں کتب تحریر کیں-[16]

طبیعات (Physics):

طبیعات کے میدان میں امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے اپنے والد امام باقر کے مکتب میں کائنات کی ابتدا کے بارے میں ارسطو کی رائے سنی کہ کائنات اربعہ عناصر مٹی، پانی، ہوا اور آگ پر مشتمل ہے تو آپ نے اربعہ عناصر کو مزید قابل تقسیم اور مٹی کو بہت سے عناصر کا مجموعہ قرار دیا-[17] امام صادق نے دریافت کیا کہ روشنی اشیاء سے منعکس ہو کر آنکھوں میں آتی ہے-[18] روشنی کی رفتار بہت تیز ہے جبکہ روشنی چیزوں میں حرکت بھی پیدا کر سکتی ہے جیسا کہ جدید سائنس نے ثابت کیا ہے-[19] امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے یہ بھی فرمایا کہ در اصل ہر شے حرکت میں ہے خواہ وہ بے جان ہی کیوں نہ ہو-

فلکیات (Astronomy):

زمانہ قدیم میں علم فلکیات سے خشکی و تری میں رستے ڈھونڈے جاتے تھے- امام صادق زمین کی حرکت اور ستاروں کی روشنی کے متعلق اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے-[20] روایات کے مطابق ایک یمنی اور ایک عراقی شخص سے سیاروں کی روشنی کی مقدار اور ستاروں کے جھرمٹ کے متعلق آپ کی گفتگو ملتی ہے- ایک اہم چیز جو امام جعفر (رضی اللہ عنہ) نے دریافت فرمائی کہ کئی ستارے سورج سے بھی زیادہ بڑے ہیں- امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد ابو اسحاق ابراہیم بن حبیب الفزازی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے اسطرلاب پر کام کیا- "کتاب العمل بالاسطرلاب ذوات الحلق" اور "کتاب العمل بالاسطرلاب المسطح" تحریر کیں[21] دوسرے شاگرد احمد بن حسن بن ابی الحسن الفلکی الطوسی ہیں، جنہوں نے علم فلکیات میں مہارت حاصل کی اور اسی نام سے مشہور بھی ہوئے، آپ نے کئی کتب تحریر کیں جن میں کتاب ریحان المجالس و تحفۃ المؤانس قابل ذکر ہے-

جفر (Numerology):

علم الجفر میں حروف تہجی کو اعداد تفویض کیے جاتے ہیں جنہیں بروئے کار لاتے ہوئے کائنات کے اسرار و رموز سے آگاہی حاصل کی جاتی ہے-[22] علم جفر پر دین اسلام کے متعدد ممتاز علماء نے کتابیں تحریر کیں-[23] اس علم کی بنیاد قرآن کریم میں بیان کردہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو دی گئی الواح[24] اور بر و بحر کی تمام تفصیلات کے قرآن کریم میں موجودگی سے منسوب ہے-[25] امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ)

[14]https://referenceworks.brillonline.com/entries/encyclopaedia-iranica-online/jafar-al-sadeq-COM_3796

[15]https://alkafeel.net/islamiclibrary/public/sadiqmedicine/index.html

[16]The Fihrist of al-Nadīm; Translator: Bayard Dodge; Columbia University Press; 1970, Page No. 862

[17]الإمام الصادق كما عرفه علماء الغرب، نور الدين آل علي، دار الذخائر للمطبوعات، ص:120-121

[18]العلوم العقلية، عدد77، لسنة2021، ص:583

[19]ایضاً، ص:584

[20]ایضاً، ص:585-587

[21]الإمام الصادق كما عرفه علماء الغرب، نور الدين آل علي، دار الذخائر للمطبوعات، ص:59-60

[22]https://hurqalya.ucmerced.edu/node/706

[23]https://www.roohanialoom.com/archives/2828

[24]الاعراف:145

[25]الانعام:59

کو علمِ جفر میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے- قرآن کریم سے فال نکالنے کے حوالے سے (مفاتیح الغیب کے نام سے شائع شدہ) کتاب امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے منسوب ہے-[26]

دیگر علوم:

مندرجہ بالا علوم کے علاوہ آپؒ نے اپنے شاگرد مفضل بن عمر سے انسان، حیوانات، نباتات، جمادات اور کائنات کی تخلیق کی حکمتوں پر تفصیلاً خطاب کیا جسے "توحیدِ مفضل" کتاب کی صورت دی گئی- امام صاحب کی تعلیم میں سے چند موتی سمیٹنے کی غرض سے انسان کے جسم کی تخلیق میں حکمت پر اس کتاب کے کچھ اقتباسات ذیل میں دیئے گئے ہیں:[27]

"امام صادق نے فرمایا ذرا آنکھوں ہی پر غور کرو کہ آنکھیں کس طرح جسم کے ایک خاص مقام پر بنائی گئیں- دیکھو! یہ آنکھیں جسم کے سب سے بلند اور مناسب مقام پر بنائی گئیں اور سامنے کی طرف بنائی گئیں- جس طرح چراغ دان میں چراغ رکھا ہوتا ہے تاکہ سامنے کی طرف موجود ہر چیز کو دیکھا جا سکے- یہ آنکھیں جسم کے نچلے حصے میں نہیں بنائی گئیں- اگر یہ آنکھیں ہاتھوں میں ہوتیں یا انہیں پیروں کے اندر لگا دیا جاتا، آنکھیں اگر ان مقامات پر ہوتیں تو آگے دیکھنے کے لیے انسان کو بار بار اچھلنا پڑتا- ان مقامات پر آنکھیں ہوتیں تو بہت جلد خراب ہو جاتیں- انسان کے لیے یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ سامنے اور اطراف کے منظر کو دیکھ پاتا- اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی آنکھیں جسم کے سب سے بلند اور محفوظ مقام پر بنائیں اور انہیں ہڈیوں کے خول میں اس طرح رکھا جس طرح چراغ کو چراغ دان میں رکھا جاتا ہے"-

"دیکھو مفضل آنکھیں اس لئے عطا کی گئیں کہ ہم ہر طرح کے رنگوں کو محسوس کر سکیں- اب دیکھو اگر آنکھیں ہوتیں لیکن رنگ نہ ہوتے، یا اس کے برعکس رنگ ہوتے اور آنکھیں نہ ہوتیں تو پھر پہلی صورت میں آنکھوں اور دوسری صورت میں رنگوں کا ہونا بے فائدہ ہوتا"-

"تو مفضل ذرا غور تو کرو اس بات پر کہ خالق و مالک اللہ نے کس طرح یہ مقدر کر دیا کہ ایک چیز دوسرے کو محسوس کرے اور ہر حاسے کے لیے کسی محسوس کو مقرر کر دیا جو اس میں اپنا عمل کرے اور اس کے بارے میں بتائے"-

"دیکھو مفضل! یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حاسوں اور محسوس کی جانے والی چیزوں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کچھ واسطے قرار دیئے- جیسے روشنی اور ہوا- اگر روشنی کا وجود نہ ہوتا تو آنکھیں کسی بھی رنگ کو محسوس نہیں کر سکتی تھیں اور اگر ہوا نہ ہوتی جو آوازوں کو کانوں تک پہنچاتی ہے تو کان کسی بھی قسم کی آواز سننے سے قاصر رہتے"-

حرفِ آخر:

حضرت امام جعفر صادق کی سائنسی خدمات اور کاوشیں اس بات کا غماز ہیں کہ علم مسلمانوں کی میراث ہے- اسلام کی متبرک ہستیاں دینی و دنیوی علوم کا سرچشمہ ہیں- اہل بیت اطہار سے محبت و مودت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہمیں مختلف علوم حاصل کرنے کی طرف رجحان دینا ہو گا- اگر ہم اوجِ ثریا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے اسلاف کا منہج بروئے کار لا کر علم و تحقیق کی جانب اپنی توجہ مرکوز کرنا ہو گی، اسی صورت ہم دنیا میں اپنا لوہا منوا سکتے ہیں-

☆☆☆

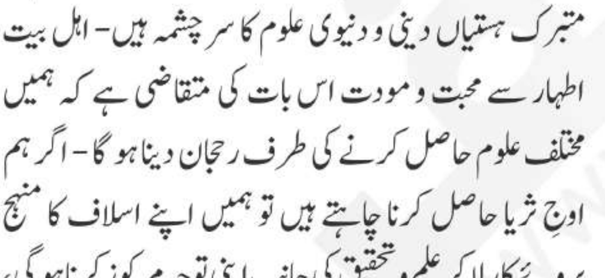

[26] مفاتیح الغیب، مصنف حضرت امام جعفر صادق، مترجم: حکیم حاجی قاضی سید محمد کرم حسین

[27] توحید مفضل، جلد اول (موضوع انسان)، ص:106-113؛ ترجمہ: مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری، اسلام اینڈ سائنس ریسرچ فاؤنڈیشن، پاکستان

ڈاکٹر عظمیٰ زرین نازیہ
اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

منقبت

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

در رسول سے مانگا ہے میں نے سوز مدام
رواں ہو میرا قلم اور ثنا ہو میری عام

عطا کریں شہ والا مجھے بھی اذن سلام
کروں میں وصف آئمہ و مدح خیر انام

علی ہیں اور حسین و حسن ہیں میرے امام
پھر ان کے بعد ہیں سجاد و باقر خوش نام

امام جعفر و کاظم، رضا و آل رضا
جواد و ہادی و العسکری و مہدی ما

وفا شعار ہیں اور پاسدار دین مبیں
یہ سب ستارے درخشاں و مثل مہ سیمیں

وہ خاک پاک مدینہ ہو یا نجف کی ہو خاک
جبیں جھکی ہے جہاں پر ہوئی وہ خاک بھی پاک

بیا بہ بیت حسینی و بین حق و یقیں
بہ پور باقر و فرویٰ متاع دین مبیں

امام جعفر صادق چھٹے امام جو ہیں
وہ باب علم کے وارث ہیں سعد نام جو ہیں

کہا انھوں نے کہاں کبر مجھ کو بھاتا ہے
مگر خدا کی بڑائی پہ رشک آتا ہے

برائے خلق ہے پوشاک ریشم و اطلس
خشن لباس مرے واسطے، جہان قفس

کہا خلیفۂ منصور نے کہ اب جاؤ
مرے حضور مری بارگہ میں لے آؤ

کرے نہ کوئی بھی تعظیم اور نہ مدح و سپاس
کریں گے قتل انہیں ہے یہی قرین قیاس

ہوا پھر ایسے کہ لائے گئے سر دربار
امام جعفر صادق، امام والا تبار

وہ پائے بوس ہوا اور پڑھا درود و سلام
لگا، کہ پھر سے زمیں بوس ہو گئے اصنام

خمیر آدم خاکی چہار عنصر ہیں
پھر آٹھ اس سے ہیں کم، آٹھ اس سے کمتر ہیں

جہان بو ہے تمام و تمام گردش میں
زمیں کے گھومنے سے صبح و شام گردش میں

یہ علم، جعفر صادق سے ہم تلک آیا
یہ بھید ارض و سما کا اسی نے بتلایا

بلند شان، علی اور اس گھرانے کی
مثال حضرت صادق قسم زمانے کی

منقبت

در شانِ سیدنا

الصادق رضی اللہ عنہ

امام جعفر بن محمد

مستحسن رضا جامی

کیسے دیکھے کوئی رفتارِ امامِ صادق
کاش بن جاؤں میں دلدارِ امامِ صادق

کس میں جرأت کہ کرے ظلم کسی مفلس پر
ہر گھڑی موج میں تلوارِ امامِ صادق

کتنے اذہان پہ انوارِ حقیقت کھولے
منبعِ فیض تھا دربارِ امامِ صادق

کتنی صدیوں کی مسافت کا سفر بیت چکا
اب تلک ثبت ہے کردار امامِ صادق

مجھ پہ بھی علم کی اور فقر کی میراث کھلے
میرے سینے میں ہو مہکارِ امامِ صادق

علم و عرفان کی صورت میں جو تقسیم ہوا
کیسا بے مثل ہے ایثارِ امامِ صادق

بن کے نکلے وہ فقیہہ اور امامِ عالَم
پڑ گئے جن پہ بھی انوارِ امامِ صادق

زہر دینے کو بلایا جو شہہِ دوراں نے
جُھک گئے قدموں پہ اغیارِ امامِ صادق

علم کا جیسے سمندر ہو رواں سینے میں
منکشف جب بھی ہو گفتارِ امامِ صادق

میری بخشش کا یہی کاش وسیلہ بن جائے
اک گنہگار ہے حبدارِ امامِ صادق

وہ سیاست ہو یا پھر فہم و فراستِ علمی
سارے عالم پہ ہے للکارِ امامِ صادق

معرفت، حلم، سخا، فقر و ہنر کا جامیؔ
کس سے اٹھ پائے بھلا بارِ امامِ صادق

☆☆☆

www.mirrat.com

ماہنامہ
لاہور
مرآۃ العارفین
انٹرنیشنل

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

مراۃ العارفین انٹرنیشنل اردو کا ماہانہ تحقیقی مجلہ ہے۔
مذکورہ ماہنامہ کا نام سید الشہداء نواسہ رسول حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی ایک عظیم تصنیف مراۃ العارفین پر رکھا گیا ہے۔

عالمی معیار کی ویب سائٹ

پہلا صفحہ تعارف عنوانات / مضامین نمایاں مضامین خصوصی مضامین میگزین محفوظ برائے رابطہ

تازہ ترین اور گزشتہ میگزین کے مطالعہ کیلئے وزٹ کریں

www.mirrat.com

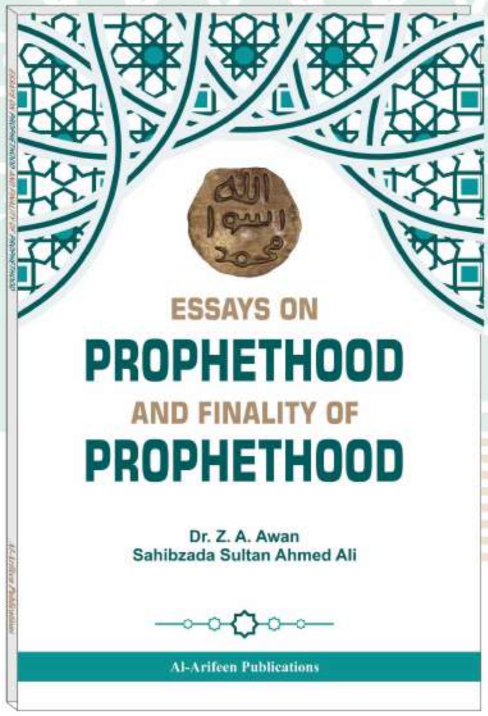

Published & Available

یہ کتاب ڈاکٹر زیڈ-اے اعوان اور صاحبزادہ سلطان احمد علی کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے-
اس کتاب میں انبیاء و رسل کی بعثت و پیغام، وحی الٰہی کی ضرورت و اہمیت، رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالمگیریت و آفاقیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصفِ ختمِ نبوت کو علمی و فکری تناظر میں اُجاگر کیا گیا ہے-

کتاب ھذا نبوت کے روحانی مقاصد، تاریخی تناظر اور عقیدہ ختمِ نبوت جیسے اہم موضوع کی افہام و تفہیم کیلئے ایک عمدہ انتخاب ہے-

اسلامی تعلیمات میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے نایاب علمی تحفہ

A MEANINGFUL STRUGGLE
INTERNATIONAL STANDARD

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں-

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان

ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

پوسٹل ایڈریس: پی-او-بکس نمبر 11، جی پی او، لاہور
ویب سائٹ: www.alfaqr.net
ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com